هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر: میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی
سالانہ صہ / ششماہی ... / فی پرچہ ۱

منیجر: رشید احمد خان

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۵	قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۸ احسان ۱۳۱۹ ہش مطابق ۲۸ جون ۱۹۴۰ء	نمبر ۲۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دارالامان کا ہفتہ

(۱) ۲۶ احسان / ۲۶ جون سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ
(۲) سیدۃ النساء حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت ناساز ہے۔ احباب صحت کامل کے لئے دعا کریں۔

آہ! سیدہ امۃ الودود رضی اللہ عنہا

گذشتہ ہفتہ کا اخبار پریس میں جاچکا تھا۔ کہ اچانک ۲۰ جون کی صبح کو یہ المناک حادثہ سنا گیا۔ کہ رات کو تین بجے کے بعد اچانک سیدہ امۃ الودود بیگم صاحبہ بی۔ اے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی۔ محترم نواب محمد علی خاں صاحب کی نواسی۔ حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب کی لخت جگر بیٹی۔ سیدنا امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی بھتیجی جس نے حال ہی میں بی اے پاس کیا تھا۔ بعمر ۲۲ سال دماغ کی کمزوری سے دماغ کے پردے میں جریان خون ہو کر بے ہوشی اور ناقابل برداشت سر درد سے وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ حادثہ جس قدر سنسنی خیز اور المناک ہے۔ اس کا اندازہ احباب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مضمون سے جو اس حسرتناک وفات کے متعلق حضور نے رقم فرمایا ہے۔ اور اسی پرچہ میں شائع ہوا ہے کر سکتے ہیں۔ یہ صدمہ تمام جماعت احمدیہ کو پہنچا ہے۔ والدین اور خاندانِ رسالت کے رنج والم کا تو کوئی قلم اور زبان اظہار ہی نہیں کرسکتی۔ مرحومہ کی موت مرحومہ کے واسطے تو کامیابی اور قرب الٰہی کا ذریعہ بن گئی۔ لیکن پسماندگان کو ایسا داغ مفارقت دے گئی ہے۔ جو کبھی بھولنے والا نہیں۔ خاکسار ایڈیٹر فاروق اس صدمہ میں تمام خاندان رسالت و خاندان ننھیال سے دلی رنج والم کا اظہار کرتا ہوا دعا کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو باغ جنت میں اعلےٰ مقام عطا کرے۔ اور ہم سب کو صبر جمیل بخشے۔ آمین۔ (مفصل پھر)

تحریک جدید کے سیکرٹریوں کا اہم فرض

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

"مومن کو بھی جب وہ جوش کی حالت میں ہو۔ اس کے مخالف دبا نہیں سکتے۔ اور جتنا ایمان کسی کا مضبوط ہو۔ اتنی ہی زیادہ طاقت اسکے اندر ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ نبی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو ساری دنیا مل کر اسے پکڑنا چاہتی ہے۔ مگر نہیں پکڑ سکتی۔ پس اپنے اندر یہ ایمان پیدا کرو۔ پھر کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ تحریک جدید کے لئے علیحدہ سیکرٹری مقرر کرنے کے لئے جو میں نے کہا تھا اس سے غرض یہ تھی۔ کہ ایسے آدمی ہوں۔ جو مستقل مزاج ہوں۔ اور رات دن اپنے آپ کو اس کام میں لگائے رکھیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض سیکرٹری صرف نام کے لئے بن گئے ہیں۔ اور کام کچھ نہیں کرتے۔ ان کو میں کہنا چاہتا ہوں۔ کہ خالی نام خدا تعالےٰ کے حضور کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ نام حاصل کرنے سے پہلے ان پر کوئی الزام نہ تھا۔ لیکن نام لینے کے بعد اگر کام نہیں کریں گے۔ تو اللہ تعالےٰ کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔ اس لئے ہر سیکرٹری کو چاہیئے۔ کہ تندہی سے کام کرے۔ پہلے خود تحریک جدید اور اسکی ہدایتوں کا مطالعہ کرے۔ پھر اسی کے مطابق جماعت سے کام لے۔ میں پھر ایک بار توجہ دلاتا ہوں۔ کہ عہدہ دار سستیاں چھوڑ کر کام کریں۔ نہ صرف مالی مطالبات پورے کرائیں۔ بلکہ دوسرے بھی۔"

جن جماعتوں میں تحریک جدید کے سیکرٹری مقرر ہیں۔ اور جن میں نہیں۔ بلکہ ان میں سیکرٹری مال ہی تحریک جدید کا کام بھی کرتے ہیں۔ وہ سب اور ان کے دوسرے عہدہ دار حضور ایدہ اللہ کے اس ارشاد بالا کو اچھی طرح سے پڑھ لیں۔ اور ہر ایک سیکرٹری حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اپنا عمل کرے۔ تا وہ اللہ تعالےٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا وارث ہو۔ اور مالی مطالبہ میں ہر ایک سیکرٹری یہ پوری کوشش کرے۔ کہ اسکی جماعت کا وعدہ ۱۵ اگست تک مرکز میں سو فی صدی پورا ہو جائے۔ مگر اس کے لئے ابھی سے جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ نوٹ:- یاد رہے۔ کہ جو لوگ اپنے امام کے حضور پیش کردہ عہد کو ۱۵ اگست تک مرکز میں سو فی صدی پورا کر دیں گے۔ ان کے اور ایسی جماعت کے کارکنان کے نام دعا کے لئے حضور کے پیش کئے جاویں گے۔ پس بیرون ہند اور ہندوستان کے عہدہ دار خاص توجہ فرمائیں۔

خاکسار برکت علی خاں فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ ماہ احسان ۱۳۱۹ہش | نمبر ۲۴

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امۃ الودود

میری بچی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

امۃ الودود حضرت امیر المؤمنین کے گوشۂ دل میں

سب ہی مرتے چلے آئے ہیں۔ کچھ مر رہے ہیں۔ کچھ مر جائیں گے۔ اور پیدا ہوں گے۔ پھر وہ بھی مریں گے۔ اگلی نسلیں نئے جذبات لے کر آئیں گی۔ ہمارے فانی جذبات ہمارے ساتھ ختم ہو جائینگے۔ جو موتیں آج ہمارا دل زخمی کرتی ہیں۔ وہ ان کا ذکر ہنس ہنس کر کریں گے۔ جن موتوں سے وہ ڈر رہے ہوں گے۔ ان کا خیال کر کے ہمارے دل میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ باوجود ہماری نسلوں میں سے ہونے کے زمانہ کے بُعد کی وجہ سے ہم انہیں نہیں جانتے۔ اور وہ ہم میں سے کئی کو نہ جانیں گے۔ مثلاً اگر خدا تعالیٰ نے میری نسل کو قائم رکھا۔ تو چھٹی ساتویں پشت کے کتنے بچے ہوں گے۔ جو اپنی بڑی پھوپھی امۃ الودود کے نام سے بھی واقف ہوں گے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ چھٹی ساتویں نسل کے بچے میری اپنی نسل سے ہوں گے۔ ان کے غموں اور دکھوں کا احساس مجھے آج کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور ان کی خوشیوں میں میں کس طرح حصہ لے سکتا ہوں۔ مگر امۃ الودود جسے ہم پیارے دُودی کہا کرتے تھے۔ جو کل ہم سے جدا ہوئی۔ گو میری بھتیجی تھی۔ مگر ان میری آئندہ نسلوں کے غم اس کے غم کو کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔ کہ زمانہ۔ رشتہ اور تعلق یہ تین چیزیں مل کر دلوں میں محبت کے جذبات پیدا کیا کرتی ہیں۔ پھر اگر ان میں سے کوئی ایک چیز زور پکڑ جائے۔ تو وہ دوسری چیزوں کو دبا دیتی ہے۔ اور جب تینوں جمع ہو جائیں۔ تو جذبات بھی شدید ہو جاتے ہیں۔ دودی میری بھتیجی تو تھی۔ مگر زمانہ کے قُرب اور تعلق نے اسے میرے دل کے خاص گوشوں میں جگہ دے رکھی تھی۔ بعد کی نسلیں تو الگ رہیں۔ میرے اپنے بچوں میں سے کم ہی ہیں۔ جو مجھے اس کے برابر پیارے تھے۔

امۃ الودود کی سہیلی

یہ میری بھولی بھالی بچی مجھے بچپن سے ہی بہت پیاری تھی۔ اس کی اور ایک میری بھانجی ہے زکیہ۔ ان دونوں کی شکلیں مجھے بہت اچھی لگتی تھیں۔ جب عید وغیرہ کے موقعہ پر سب بچے اماں جان کے گھر میں جمع ہوتے تھے۔ تو میں ان دونوں کو خاص طور پر پیار کیا کرتا تھا۔ اور یہ دونوں دوسروں پر فخر کا اظہار کیا کرتی تھیں۔ ایک کہتی ماموں جان مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اور دوسری کہتی۔ چچا ابا مجھے زیادہ چاہتے ہیں۔ پھر جب یہ بچیاں بڑی ہوئیں۔ تو امۃ الودود کی علمی لیاقت نے میری توجہ کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ اسی دوران میں اسکی دوسری سہیلی "چھوٹی آپا" یعنی مریم صدیقہ کی میرے ساتھ شادی ہو گئی۔ یہ دونوں ایک ہی سال اور ایک ہی مہینہ میں پیدا ہوئی تھیں۔ اکٹھی پڑھتی رہیں۔ ایف اے اکٹھا پاس کیا۔ اور نمبر بھی ایک ہی جتنے تھے۔ پھر بی۔ اے کا امتحان دیا۔ اور پھر دونوں فیل ہو گئیں۔ پھر دوبارہ بی۔ اے کا امتحان دیا۔ اور پھر دونوں فیل ہوئیں۔ اس سال پھر دونوں نے بی۔ اے کا امتحان دیا۔ اور دونوں پاس ہو گئیں۔ اس شادی کے بعد چونکہ دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق تھا۔ امۃ الودود کی بھی مجھ سے بے تکلفی بڑھ گئی۔ اور مجھے اس کے اخلاق کے دیکھنے کا زیادہ موقعہ ملا۔

امۃ الودود کے متعلق خواہش

اس وقت میرے دل میں یہ خواہش زور سے پیدا ہوئی۔ کہ امۃ الودود کی شادی میرے بچوں میں سے کسی کے ساتھ ہو جائے۔ مگر جوان بچوں کے ارادے پہلے سے دوسری جگہ ہو چکے تھے۔ اس لئے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور جب لڑکے راضی نہ تھے۔ تو درخواست دینا بے معنی امر تھا۔ اسی عرصہ میں اس کے بعض رشتے آئے جنہیں پسند نہ کیا گیا۔ سب سے آخر میں جس رشتہ کو رد کیا گیا۔ وہ گھر کا ہی تھا۔ کوئی پانچ ماہ کا عرصہ ہُوا۔ اس کے ذکر کے سلسلہ میں میری ہمشیرہ نے ذکر کیا۔ کہ دُودی کے نانا کہتے تھے۔ کہ میں گھر کے رشتہ کو پسند کرتا ہوں۔ اگر بڑے لڑکوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ تو عمر میں چھوٹے ہی سے سہی۔ یہ فقرہ سنتے ہی میری دیرینہ خواہش پھر عود کر آئی۔ اور میں نے ہمشیرہ سے کہا۔ کہ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر میری بھی خواہش ہے۔ عزیزم خلیل احمد گو چھ سال عمر میں چھوٹا ہے۔ مگر رشتہ داروں میں ایسے رشتے بہت ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ فرق پر بھی ہو جاتے ہیں۔

میری ایک بچی نے یہ سنا۔ تو مجھ سے کہنے لگی۔ کہ عمر کے اتنے فرق پر یہ رشتہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجہ رضؓ سے شادی کی۔ تو وہ آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ بچی ہی تو تھی۔ اس نے آگے سے جواب دیا۔ کجا خلیل اور کجا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ میں نے بھی جواب میں کہا۔ کہ کجا امۃ الودود اور کجا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ مگر یہ بات اپنے گھر تک ہی رہی

امۃ الودود کے اخلاق کا مطالعہ

میں نے چاہا۔ کہ میں لڑکی کے اخلاق کا مطالعہ گہرے طور پر کروں۔ ماں کی طرف سے اس کا رشتہ کوٹلہ کے نوابوں سے جڑتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ اس میں کوئی رنگ امارت کی ہو۔ جو بعد میں باعث تکلیف ہو۔ چنانچہ اسی غرض سے میں زور دے کر اسے اور عزیزم منصور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو جو اس کے بھائی اور میرے بھتیجے اور داماد ہیں۔ اپنے ساتھ کراچی لے گیا۔ وہاں میں نے اسے ہر رنگ میں آزمایا۔ ایک دوسرے کے جھوٹے پانی پلائے۔ زمین پر بٹھا کر کھانا کھلایا۔ گھر کی صفائی کے کام میں شامل کیا۔ غرض کئی مواقع پر ایسے کام کرائے جو عام طور پر امیر خاندانوں میں بُرے سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس نے نہایت سادگی سے سب ہی کاموں کو خوشی سے کیا۔ اور میں نے محسوس کیا۔ کہ اس کا دل غریب ہے۔ اور عادات فقیرانہ ہیں۔ یہ اس کا پہلا ہی سفر میرے ساتھ تھا۔ بلکہ ساری عمر میں اسے سیر کا یہ پہلا ہی موقعہ ملا تھا۔ مگر اس نے اس بے تکلفی سے وہ دن گزارے۔ کہ وہ کبھی میرے لئے بوجھ محسوس نہ ہوئی۔ اور میں نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ اس کے والدین مانیں یا نہ مانیں۔ میں عزیزم خلیل احمد سلمہ اللہ کی طرف سے ضرور درخواست دے دوں گا۔ اس عرصہ میں میں نے خود بھی استخارہ کیا۔ اور بعض دوسروں سے بھی کرایا۔

امۃ الودود کے متعلق خواہش کی تکمیل کے لئے کوشش

چونکہ اسے تھوڑے دنوں کی اجازت تھی۔ وہ تو چند دن پہلے اپنے بھائی کے ساتھ کراچی سے آگئی۔ اور ہم چند دن بعد وہاں سے واپس آگئے۔ واپسی پر میں نے حضرت ام المؤمنین سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ انہوں نے جو روکیں ہو سکتی ہیں۔ ان کا ذکر کیا۔ اور خطرہ ظاہر کیا۔ کہ کہیں انکار کی صورت میں آپس میں بدمزگی پیدا نہ ہو۔ میں نے انہیں تسلی دلائی۔ کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اگر بچی کے ماں باپ کو رشتہ ناپسند ہُوا۔ تو میں ہرگز بُرا نہ مناؤں گا۔ اصل غرض تو لڑکی کا آرام ہے۔ اگر اسکی راحت کسی اور رشتہ میں ہو۔ تو مجھے بھی وہی منظور ہوگا۔ اس پر انہوں نے اجازت دے دی۔ مگر اس عرصہ میں بعض اور رشتے زیرِ غور تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا۔ کہ ان کی موجودگی میں اپنے لڑکے کی طرف سے درخواست دوں۔ مگر میں نے سُنا۔ کہ لڑکی نے ان رشتوں کو پسند نہ کیا۔ اور آخر مناسب انتظار کے بعد پرسوں بدھ کی شام کو عصر کے بعد میں نے ایک لمبا خط عزیزم میاں شریف احمد صاحب کے نام لکھا۔ کہ گو میرے لڑکے میں نقص ہیں۔ عمر اسکی کم ہے۔ تعلیم اسکی کم ہے۔ مگر پھر بھی میں اسکی طرف سے درخواست پیش کرتا ہوں۔ ہاں اگر آپ کو ناپسند ہو۔ تو مجھے کوئی گلہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اپنے لڑکے کے نقائص

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خود مجھے معلوم ہیں۔ میں نے چاہا۔ کہ خط کی نقل رکھ لوں۔ اور چونکہ معاملہ پرائیویٹ تھا۔ میں نے تجویز کیا۔ کہ اپنی چھوٹی بیوی مریم صدیقہ بیگم سے اس کی نقل کراؤں۔ تاکہ کسی غیر کو اس کے مضمون پر اطلاع نہ ہو۔ وہ اسی دن اپنے ابا کے ہاں گئی ہوئی تھیں۔ شام کو واپس آئیں۔ اور میں دس بجے ریڈیو سے خبریں سنکر اندر گیا۔ اور ان کو جگا کر کہا۔ کہ صبح ہی یہ خط نقل کر دو۔ تاکہ میں بھجوا دوں۔ اور ان سے کہہ کر ام وسیم کے ہاں آیا۔ جہاں میری باری تھی۔ اور کھانا کھایا۔ اور تھوڑی دیر مطالعہ کر کے لیٹ گیا۔ کوئی ساڑھے گیارہ بارہ کا وقت ہوگا۔ کہ جب میں لیٹا تھا۔

امتہ الودود کی بیماری کی اطلاع

کوئی دو بجے کا وقت تھا۔ کہ میری بیوی نے مجھے جگایا۔ اور یہ فقرہ میرے کان میں پڑا۔ کہ "میاں شریف احمد صاحب کی طرف سے اماں جان کے پاس آدمی آیا ہے۔ کہ امتہ الودود کو درد کا دورہ ہوا ہے۔ اور وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر جمع ہیں۔ اور ان کا خیال ہے۔ کہ اس کا آخری وقت ہے۔ منہ دیکھنا ہے۔ تو آ کر دیکھ لیں"۔ حضرت ام المومنین لاہور تھیں۔ میں گھبرا کر اٹھا۔ اور گو بوجہ بیماری چلنا پھرنا منع تھا۔ مگر ایسے وقت میں بیماری کا خیال کیسے رہ سکتا ہے۔ میں اناللہ پڑھتے ہوئے اٹھا۔ اور چونکہ موٹر کوئی موجود نہ تھا۔ ٹانگہ کے لئے آدمی دوڑایا۔ مریم صدیقہ کو جگایا۔ مریم ام طاہر کو اطلاع دی۔ عزیزہ ناصرہ بیگم اپنی بیٹی کو جو امتہ الودود کی بھاوج ہے۔ اور دو دن کے لئے ہمارے گھر آئی ہوئی تھی۔ جگایا اور ٹانگہ میں بیٹھ کر میں ناصرہ سلمہا اللہ تعالے ام وسیم اور مریم صدیقہ عزیزم میاں شریف احمد صاحب کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں اب تک کی رپورٹ سے یہی سمجھ رہا تھا۔ کہ اپینڈی سائیٹس کا دورہ ہوا ہوگا۔ یا کبھی خیال آتا تھا۔ کہ جوان لڑکیوں کو بعض دفعہ ایام میں ٹھنڈے پانی کے استعمال سے کچھ روک پیدا ہو کر شدید درد ہو جاتی ہے۔ شاید ایسی ہی کوئی تکلیف ہو۔ میں نے احتیاطاً اپنی ہومیو پیتھک دواؤں کا بکس بھی ساتھ لے لیا۔

بیماری کی کیفیت

لیکن جب وہاں پہنچے۔ تو کمرے میں امتہ الودود لیٹی ہوئی تھی۔ اور لمبے سانس جن میں بلغم کی خرخراہٹ شامل تھی۔ لے رہی تھی۔ وہ بالکل بے ہوش تھی۔ اور آج اس کے "چچا ابا" کی آمد اس کے لئے بالکل کوئی معنی نہ رکھتی تھی۔ باہر ڈاکٹر تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ درد کی رپورٹ غلط تھی۔ اس کے دماغ کی رگ سوتے سوتے پھٹ گئی ہے۔ اور طبی معلومات کے رُو سے اس کے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ جب حالات دریافت کئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ رات کو بارہ بجے کے قریب لیٹیں۔ اور تھوڑی دیر بعد کراہنے کی آواز آئی۔ اس کے ابا میاں شریف احمد صاحب نے اسکی آواز سُنی۔ اور اس کے پاس آئے۔ اور دیکھا۔ کہ بے ہوش ہے۔ اور تشنج کے دورے پڑ رہے ہیں۔ وہ اسکی چارپائی برآمدے میں لائے۔ اس وقت اس نے قے کی۔ اور قے کے بعد اس قدر لفظ کہے۔ کہ میرا سر پھٹا جاتا ہے۔ سر پکڑو۔ اور خود ہاتھ اٹھا کر سر پکڑ لیا۔ بس یہی اسکی ہوش تھی۔ اور یہی اس کے آخری الفاظ۔ فوراً ڈاکٹروں کو بلوایا گیا۔ اور انہوں نے جو کچھ وہ کر سکتے تھے۔ کیا۔ مگر ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے شروع سے ہی کہہ دیا تھا۔ کہ یہ موت کا وقت ہے۔ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں۔ میرے سامنے لمبر پنکچر کیا گیا۔ تاکہ تشخیص مکمل ہو جائے۔ چنانچہ لمبر پنکچر سے بجائے پانی کے خون نکلا۔ جس سے یہ امر یقینی طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ سر کی رگ پھٹ کر دماغ کو خون نے ڈھانک لیا ہے۔

وفات

چند منٹ کے بعد سانس رکنے لگا۔ اور میرے آنے کے نصف گھنٹہ بعد یہ بچی ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میر ارشتہ کی تحریک کا خط لکھا ہوا میرے سرہانے پڑا رہا۔ اور امتہ الودود اپنے رب کی سدھار گئی۔ ثم اناللہ وانا الیہ راجعون

دوہرا صدمہ

ایسی لائق اور نیک اور شریف بچی کی جدائی کا صدمہ اس کے ماں باپ کو تو ہونا لازمی ہے۔ جس حد تک شریعت اجازت دیتی ہے۔ اور جس حد تک انسانی فطرت کی بناوٹ غم کو لے جانے میں مدد دیتی ہے۔ اس حد تک انہیں صدمہ ہوا ہی ہوگا۔ لیکن گو میں نے شادی کی درخواست دی نہ تھی۔ اور نہ معلوم بچی کے ماں باپ مانتے یا نہ مانتے۔ جن سے میں نے مشورہ لیا۔ ان کا خیال تھا۔ کہ نوے فی صدی انکار ہی سمجھنا چاہیئے۔ مگر انسان کی خواہش اسے ناممکنات بھی ممکنات کی شکل میں دکھاتی ہے۔ میں تو اپنے ارادہ کے ساتھ ہی مرحومہ کو اپنی بہو سمجھنے لگ گیا تھا۔ اور خیال کرتا تھا کہ امتہ الحی کی نسل کو اب اللہ تعالیٰ چاہے۔ تو امتہ الودود چلائے گی۔ ایسے جہاں اس بچی کے ماں باپ اپنے دل کو یہ کہہ کر صبر دلاتے ہوں گے۔ کہ ایک دن تو اس لڑکی نے ہمارے گھر سے جانا ہی تھا۔ وہاں میرے دل کی تکلیف اور ہی رنگ رکھتی۔۔۔ بہوئیں اگر نیک ہوں۔ بیٹیوں سے کم پیاری نہیں ہوتیں۔ اور اگر وہ اپنی ہی عزیز ہوں۔ اور طبیعت کی نیک تو چونکہ انسان کو بڑھاپے میں لڑکیوں سے زیادہ بہوؤں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور وہی اسکی راحت کا موجب ہوتی ہیں۔ ان کا وجود اور بھی زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے۔

میں کئی دفعہ سوچا کرتا ہوں۔ کہ انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو اسکی لڑکیاں دوسروں کے لڑکوں کے گھروں میں چلی جاتی ہیں۔ اور اس کے لڑکے دوسروں کی لڑکیوں کو لے کر الگ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس وقت جبکہ وہ سب سے زیادہ خدمت اور دلجمعی کا محتاج ہوتا ہے۔ اکیلا رہ جاتا ہے۔ پھر جبکہ لڑکے اپنی شادیوں میں آزاد ہیں۔ ضروری نہیں۔ کہ ان کی بیویاں ان کے ماں باپ کے لئے راحت کا موجب ہوں۔ خلیل چونکہ بے ماں کا بچہ ہے۔ میری خواہش تھی۔ کہ اس کے لئے میں ایسی بیوی تلاش کروں۔ جسے بالکل الگ رہنے کی خواہش نہ ہو۔ اور ہو بھی میری عزیزہ۔ تاکہ اسکی خوشی کا خیال رکھنے پر میں اور دوسرے اہل خانہ دونوں طرح پر مجبور رہوں۔ اس کے بہو ہونے کے لحاظ سے بھی۔ اور اس کے رشتہ دار ہونے کے لحاظ سے بھی۔

یہ بات تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ مرحومہ کا رشتہ ہوتا۔ یا نہ ہوتا۔ یا اس کا عمل کیسا ہوتا۔ لیکن میں نے اسکی طبیعت کا مطالعہ کر کے یہ محسوس کر لیا تھا۔ کہ اگر وہ ہمارے گھر میں آئی۔ تو اپنی طبیعت کے لحاظ سے ایسے امور میں وہی راہ اختیار کریگی۔ جو میری خوشی کا موجب ہو۔

تکبر نہیں حیا و انکسار

تعجب ہے۔ اس بچی کو ہمارے گھر کی سب لڑکیاں متکبر کہا کرتی تھیں۔ اور غالباً اسی اثر کے ماتحت اس کا رشتہ میرے بڑے لڑکوں میں سے کسی سے نہ ہو سکا۔ مگر جب میں نے اس کے اخلاق کا گہرا مطالعہ کیا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ اس کا تکبر اس کی حیا تھی۔ ورنہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کی طبیعت کا انکسار ہمارے خاندان کی اکثر لڑکیوں سے بڑھا ہوا تھا۔ اور میں نے اس کا دل کینہ اور بغض سے بالکل صاف پایا۔ لڑکیوں میں آپس میں رقابت ہوتی ہے۔ میری بچیوں میں بھی ہے۔ لیکن اس کا میں نے جہاں تک مطالعہ کیا۔ اس میں رقابت نام کو نہ تھی۔ اور اسے سب ہی بہنوں سے محبت تھی اس بارہ میں مجھے اس کا ایک خاص تجربہ ہوا۔ اسے اپنی ایک بہن سے تکلیف پہنچی تھی۔ میں نے ایک دفعہ اس امر کا ذکر اس سے کیا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ اسے پہلے سے اس واقعہ کا علم تھا۔ مگر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ اس کے دل میں اس بہن کی نسبت کوئی کدورت نہ تھی۔ خدا تعالیٰ اسکی روح پر رحم کرے۔

پیدائشی صحت کی کمزوری

امتہ الودود کی پیدائش انفلوئنزا کے دنوں میں ہوئی ہمارے خاندان کی تین لڑکیاں انفلوئنزا کی یادگار ہیں امتہ الودود مرحومہ۔ مریم صدیقہ بیگم اور امتہ الرشید میری لڑکی۔ تینوں ہی کی پیدائش کچھ کچھ دن وقت سے پہلے ہوئی۔ امتہ الودود مرحومہ کی بہت پہلے اس نے صرف آٹھ ماہ اپنی والدہ کے پیٹ میں گذارے کچھ اس وجہ سے۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ بوجہ انفلوئنزا کی وبا کے دیر تک گھر کے لوگ بیمار رہے۔ اس کی صحت بہت خراب رہا کرتی تھی۔ اور کئی سال کی عمر تک تشنج کے دورے ہوتے رہتے تھے۔ ذرہ سی بات پر رونے لگتی۔ اور رو رو کر دورہ ہو جاتا۔ اور اکثر دفعہ موت کے قریب پہنچ جاتی۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خاں صاحب مرحوم گوڑگانوی معالج ہوا کرتے تھے۔ وہ اس کے اس طرح موت کے قریب پہنچ کر اچھا ہو جانے کی وجہ سے اسے "مرمر جیونی" کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

امتہ الودود نام کس طرح قرار پایا

میں نے اس کا نام امتہ الودود رکھا تھا۔ اسی کی اماں کو کوئی اور چھوٹا سا نام پسند تھا۔ انہی دنوں کا لطیفہ ہے۔ کہ وہ اسے اپنے پسندیدہ نام سے بلایا کرتی تھیں۔ کہ اسے دورہ ہوا۔ اور موت کے قریب پہنچ گئی۔ اس پر انہوں نے کہا۔ چلو۔ امتہ الودود ہی نام سہی۔ یہ کسی طرح بچ جائے۔ وہ اچھی ہو گئی۔ تو کچھ دنوں کے بعد انہیں اپنی بات بھول گئی۔ اور پھر انہوں نے وہی اپنے والا نام پکارنا شروع کیا۔ پھر اتفاق سے دورہ ہوا۔ اور پھر امتہ الودود ہی نام قرار پایا۔ مجھے بعضوں نے کہا۔ کہ جب ماں کی خواہش ہے۔ تو تم نام بدل ڈالو۔ میں نے کہا میں نام تو بدل دیتا۔ مگر بچی کے نام میں اللہ کا نام آتا ہے۔ میں یہ نام نہیں بدل سکتا۔ آخر کئی دفعہ اسی طرح ہوا۔ اور امتہ الودود نام کی فتح ہوئی۔ اور بچی کے دورے بھی جاتے رہے۔ میرے اپنے گھر کا بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہے۔ میرے ہاں ایک لڑکی ہوئی۔ اور میں نے اس کا نام امتہ العزیز رکھا۔ وہ بیمار ہوئی اور مر گئی۔ پھر ایک اور لڑکی ہوئی۔ اور میں نے اس کا نام امتہ العزیز رکھا۔ میری بیوی نے کہا۔ کہ پہلی کا نام امتہ العزیز تھا۔ اس کا کچھ اور رکھو۔ میں نے کہا۔ نہیں میں یہی نام رکھوں گا۔ تاکہ عورتوں میں یہ وسوسہ پیدا نہ ہو۔ کہ اس لئے اب یہ نام نہیں رکھا۔ کہ اس نام کی بچی مر گئی تھی۔ خدا کا کرنا یوں ہوا۔ کہ وہ بھی مر گئی۔ اس کے بعد منور احمد پیدا ہوا۔ اور پھر لڑکی پیدا ہوئی۔ اور میں نے اس کا نام پھر امتہ العزیز رکھا۔ ...

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والدہ نے بڑا ہی زور لگایا۔ کہ یہ نام نہ رکھو۔ لیکن میں نے نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ اگر لڑکی کے بعد لڑکی مرتی جائے گی۔ تب بھی یہی امتہ العزیز ہی نام رکھتا جاؤں گا۔ تاکہ خدا تعالےٰ کے نام پر کوئی حرف گیری نہ کر سکے۔ آخر وہ لڑکی زندہ رہی۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اب اس کا نکاح عزیزم مرزا حمید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ سے ہوا ہے۔

بچپن کے بعد صحت اچھی ہوگئی

غرض اس بچی کی صحت بچپن میں بہت خراب رہتی تھی۔ اور تشنج کے دورے ہوتے تھے۔ پھر صحت اچھی ہوگئی۔ اور ابھی دو ماہ کی بات ہے۔ میری چھوٹی بیوی اس کی "چھوٹی آپا" بیمار تھیں وہ خبر پوچھنے آئی۔ اس سے پہلے دن عزیزم ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تھا۔ وہیں صدیقہ بیگم کو بخار ہوا۔ اور ایک سو پانچ تک ہو گیا۔ امتہ الودود کہنے لگی۔ کہ میں نے سمجھا تھا غلطی لگی ہے۔ ایک سو پانچ درجہ کے بخار میں یہ وہاں چلتی پھرتی کس طرح تھیں۔ میں نے کہا۔ دودی تم کو کیوں تعجب ہوا۔ تمہارے گھر میں تو بخار کا اوسط درجہ ایک سو سات اور ایک سو نو کے درمیان ہوتا ہے (مرحومہ کے بھائیوں کو بخار ایک سو سات یا اس سے زیادہ بھی ہو جاتا ہے) اس پر اس نے کہا کہ مجھے کیا معلوم مجھے تو نہ کبھی سر درد ہوتا ہے اور نہ بخار۔ مجھے یہ سنتے ہی خیال آیا۔ کہ بعض اطباء نے لکھا ہے۔ کہ ایسی صحت بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اور ایسے لوگوں کو بعض دفعہ یکدم بیماری کا حملہ ہوتا ہے۔ اور اس کے سامنے بھی میں نے اس خیال کا اظہار کیا۔ کسے معلوم تھا۔ کہ اطبا کا یہ خیال درست ہو یا غلط مگر اس بچی کے حق میں دو ماہ کے اندر پورا ہو جائے گا۔

تعلیم کا شوق

صحت کی درستی کے بعد سے اسے تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔ اور وہ برابر تعلیم میں بڑھتی گئی۔ انٹرنس تک تو مجھے خیال رہا۔ کہ یوں ہی مدرسہ میں جاتی ہے۔ لیکن جب وہ انٹرنس میں اچھے نمبروں پر پاس ہوئی۔ تو مجھے زیادہ توجہ ہوئی۔ اور جب وہ ملتی۔ میں اس سے اس کی تعلیم کے متعلق باتیں کرتا۔ پھر ایف۔ اے میں وہ پاس ہوئی۔ اور میں نے زور دیا۔ کہ صدیقہ بیگم اور امتہ الودود بی۔ اے کا امتحان دیں۔ اور دونوں نے تیاری شروع کر دی۔ مگر پہلی دفعہ کامیاب نہ ہوئیں۔ پھر دوسری دفعہ پڑھائی کی۔ پھر بھی کامیاب نہ ہوئیں۔ میں نے اصرار کیا۔ کہ امتحان دینے جاؤ۔ چنانچہ اس دفعہ پھر تیاری کی۔ جب امتحان کے دن قریب آئے۔ عزیزہ کے منجھلے بھائی عزیزم مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا اپنی شادی کے لئے قادیان آئے۔ امتحان کے دنوں میں شادی کی تاریخ تھی۔ انہوں نے کہا۔ کہ امتحان نہ دو۔ تم نے پاس تو ہونا نہیں۔ گھر کے اور آدمیوں نے بھی کہا۔ اور اس نے امتحان دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ مجھے معلوم ہوا۔ تو میں نے عزیزم میاں شریف احمد صاحب کو کہا۔ کہ یہ ٹھیک نہیں۔ مجھے اس دفعہ ان کے پاس ہونے کی امید ہے۔ اگر صدیقہ پاس ہو گئیں۔ تو امتہ الودود کے لئے اکیلا امتحان دینا مشکل ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے جا کر اسے امتحان کے لئے پھر تیار کر دیا۔ امتحان کے بعد کراچی سے واپس آکر ایک دن صدیقہ بیگم کو رقعہ لکھا۔ کہ چچا ابا سے کہہ دیں۔ کہ اگر آپ دعا کریں۔ تو میں پاس کیوں نہ ہو جاؤں۔ اب کے انہوں نے خود امتحان دلایا ہے۔ اگر میں پاس نہ ہوئی۔ تو میں نہیں مانوں گی۔ کہ انہوں نے دعا کی ہے۔ میں نے کہلا بھیجا۔ کہ میں دعا کر رہا ہوں۔ اور اب کے مجھے یقین ہے۔ کہ تم دونوں پاس ہو جاؤ گی۔ اور خدا تعالیٰ نے دونوں کو پاس کر ہی دیا۔ پاس ہونے کے بعد دونوں سہیلیوں نے مبارکباد کا تبادلہ کیا۔ ہفتہ کی شام کو امتہ الودود صدیقہ کو مبارکباد دینے آئی۔ اور اتوار کی صبح کو صدیقہ اسے مبارکباد دینے گئیں۔ میں اس دن بہت بیمار تھا۔ وہ میرے پاس بیٹھ گئی۔ صدیقہ بیگم ساتھ تھیں۔ بعد میں اس کی چھوٹی بہن اور میری بڑی لڑکی اس کی بھاوج بھی آگئیں۔ میں نے کہا۔ دودی تم پاس نہیں ہوئیں میں پاس ہوا ہوں۔ کیونکہ تم تو امتحان کا ارادہ چھوڑ بیٹھی تھیں۔

مرحومہ کی ایک خاص خوبی

پھر میں نے کہا۔ کہ پڑھائی کے دن تو اب ختم ہوئے۔ اب کام کا وقت آگیا۔ اب میں تم کو اور صدیقہ کو مضامین کے نوٹ لکھوایا کروں گا۔ اور تم انگریزی میں مضمون تیار کر کے ریویو وغیرہ میں دیا کرو۔ کہنے لگی۔ کہ میں نے تو کبھی مضمون لکھا نہیں۔ چھوٹی آپا کو لکھوایا کریں۔ میں نے کہا۔ تم دونوں ہی نے پہلے مضمون نہیں لکھے۔ اب تم کو کام کرنا چاہیئے۔ کہنے لگی اچھا۔ یہ واقعہ میں نے اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ مرحومہ میں یہ خوبی تھی۔ کہ باوجود شرمیلی طبیعت کے جب کوئی مفید کام اسے کہا جاتا۔ وہ اس پر کاربند ہونے کے لئے تیار ہو جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں اپنی لڑکیوں سے کہتا۔ تو ان میں سے اکثر شرم کی وجہ سے انکار پر اصرار کرتیں۔ مگر اسے جب میں نے دوہرا کر کہا۔ کہ اب تم کو اپنے علم سے دنیا کو فائدہ پہنچانا چاہیئے۔ تو باوجود ناتجربہ کاری اور حیا کے اس نے میری بات کو منظور کر لیا۔

آخری بار کی ملاقات

تھوڑی دیر کے بعد ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالےٰ نے کہا۔ کہ چھوٹی بچی دودھ کے لئے رو رہی ہوگی۔ میں نے جانا ہے۔ اور ساتھ ہی امتہ الودود بھی اٹھی۔ میری عادت رہی ہے۔ کہ امتہ القیوم اور امتہ الودود جب پاس سے اٹھا کرتیں۔ تو میں کہا کرتا تھا۔ کہ میری بچی اللہ تمہارا حافظ ہو۔ اور پھر پیار کر کے رخصت کیا کرتا تھا۔ اس دن میں نے یہ الفاظ تو کہے۔ مگر اٹھ کر اسے پیار دے کر رخصت نہیں کیا۔ میں نے اس کے چہرہ پر کچھ ملال کے آثار دیکھے۔ اور کہا میں آج بیمار ہوں۔ اٹھ نہیں سکتا۔ چوتھے دن اسی بیماری کی حالت میں مجھے اس کی بیماری کی وجہ سے جانا پڑا۔ اور میں نے جاتے ہی اس کے ماتھے کو چوما۔ مگر اب وہ بے ہوش تھی۔ اب اس کے چچا ابا کا پیار اس کے لئے خوشی کا موجب نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اسی بے ہوشی کی حالت میں وہ فوت ہو گئی۔ ہاں وہ بچی جس نے اپنی ساری عمر علم سیکھنے میں خرچ کر دی۔ اور باوجود شرمیلی طبیعت کے میرے کہنے پر اس پر آمادہ ہو گئی۔ کہ اپنی جنس کی بہتری کے لئے وہ مضمون لکھا کرے گی۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق ہے۔ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا منشاء کچھ اور تھا۔ وہ اسے وہاں لے گیا۔ جہاں باتیں نہیں کی جاتیں جہاں کام کیا جاتا ہے۔ جہاں کوئی کسی انسان کی نصیحت کا محتاج نہیں۔ جہاں صرف اللہ ہی ہر ایک کا ہادی ہوتا ہے۔

امتہ الودود کو الوداع

امتہ الودود جب تم اس دنیا میں تھیں۔ میں تمہاری عارضی رخصت پر نہایت محبت سے کہا کرتا تھا۔ جاؤ میری بچی تمہارا اللہ حافظ ہو۔ اب تو تم دیر کے لئے ہم سے جدا ہو رہی ہو۔ اب تو اس سے بھی زیادہ درد کے ساتھ میرے دل سے یہ نکل رہا ہے۔ کہ جاؤ میری بچی تمہارا اللہ حافظ ہو۔ نادان کہیں گے۔ دیکھو یہ ایک مردہ سے باتیں کرتا ہے۔ مگر مردہ تم نہیں وہ ہے۔ نمازیں پڑھنے والے اپنے رب سے رو رو کر دعائیں کرنے والے بھی کبھی مرا کرتے ہیں۔ اور تم تو بڑی دعائیں کرنے والی اور دعاؤں پر یقین رکھنے والی بچی تھیں۔ اپنی موت سے دو تین گھنٹے پہلے جو بات تو نے اپنی چچیری بہن سے کہی۔ وہ اس پر شاہد ہے۔ اس نے مجھے کہا۔ کہ ہفتہ کی شام کو امتہ الودود کو ملنے آئی۔ تو اس نے مجھے باتوں باتوں میں کہا۔ کہ میرے دل پر جنگ کا بہت اثر ہے۔ اور میں اس کے متعلق بہت دعائیں کرتی ہوں۔ امتہ الحمید (اپنی کا نام) تم بھی آج کل دعائیں کیا کرو۔ تو اے بچی تو جو دنیا کی تکلیف کے احساس سے اپنے رب کے آگے رویا کرتی تھی۔ تجھے اللہ تعالےٰ کب موت دے سکتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہماری آوازیں تیرے تک پہنچاتا رہے گا۔ اور تیری آواز ہمارے تک پہنچاتا رہے گا۔ ہماری جدائی عارضی ہے۔ اور تیری نئی جگہ یقیناً پہلی سے اچھی ہے۔ دنیوی خیالات کے ماتحت تیری اس بے وقت موت کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ ؎

پھول تو دو دن بہار جاں فزا دکھلا گئے۔
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

اور میرے دل میں بھی ایک دفعہ یہ شعر آیا۔ مگر جب میں نے غور کیا۔ تو یہ شعر تیرے حالات کے بالکل خلاف تھا۔ تُو تو اس باغ میں گئی ہے۔ جس پر کبھی خزاں ہی نہیں آتی۔ حی و قیوم خدا کی جنات عدن میں مرجھانے کا کیا ذکر۔ اے ہمارے باغ کے غنچے۔ تو کل سے اللہ تعالیٰ کے باغ کا پھول بن چکا ہے۔ ہمارے دل مرجھا بھی سکتے ہیں۔ غمگین بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر تیرے لئے اب کوئی مرجھانا نہیں۔ اب تیرا کام یہی ہے۔ کہ ہر روز پہلے سے زیادہ سرسبز ہو۔ پہلے سے زیادہ پُر رونق ہو۔

آخری دعاء

جب تیری جان نکلی۔ تو میں ایک کونے میں جا کر سجدہ میں گر گیا تھا۔ اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً دعا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تجھے دفن کر کے واپس آئے۔ اور وہ دعا یہ تھی۔

کہ اے اللہ تعالیٰ یہ ناتجربہ کار روح تیرے حضور میں آئی ہے۔ تیرے فرشتے اس کے استقبال کو آئیں۔ کہ اسے تنہائی محسوس نہ ہو۔ اس کے دادا کی روح اسے اپنی گود میں اٹھالے۔ کہ یہ اپنے آپ کو اجنبیوں میں محسوس نہ کرے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہاتھ اس کے سر پر ہو۔ کہ وہ بھی اس کے روحانی دادا ہیں۔ اور تیری آنکھوں کے سامنے تیری جنت میں یہ بڑھے۔ یہاں تک کہ تیری بخشش کی چادر اوڑھے ہوئے ہم بھی وہاں آئیں۔ اور اس کے چہرہ کو دیکھ کر مسرور ہوں۔ اسی دعا کے ساتھ میں اب بھی تجھے رخصت کرتا ہوں۔ جا میری بچی تیرا اللہ حافظ ہو ——— اللہ حافظ ہو!

مرزا محمود احمد

میری درخواست کا جواب مطلوب ہے

خاکسار ایڈیٹر فاروق نے جو گذشتہ پرچہ میں فاروق کے متعلق عرضداشت کی تھی۔ آپ نے اب تک اس کا جواب نہیں دیا۔ میں آپکے جواب کا منتظر ہوں۔ (خاکسار ایڈیٹر)

پیغامی مشن!

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولوی محمد علی صاحب کے موازنہ کا موازنہ

پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء میں صفحہ ۲ پر مولوی محمد علی صاحب نے ایک موازنہ لکھا ہے۔ جس کا لب لباب یہ ہے۔ کہ اگر لاہوری جماعت جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہو جاتی۔ تو جماعت احمدیہ قادیان کو کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہوتا۔ لیکن اگر جماعت قادیان جماعت لاہور کے ساتھ شامل ہو جاتی۔ تو جماعت لاہور کے دو ہائی سکول کی بجائے پانچ کالج اور پچاس ہائی سکول ہوتے۔ قرآن کے تین زبانوں میں تراجم کی بجائے ڈیڑھ سو زبانوں میں تراجم ہوتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مولوی صاحب کے موازنہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے۔ کہ آپ کی نظر دنیا سے اٹھ کر دنیا ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ اور اس بات کی آپ کو کچھ فکر نہیں۔ کہ وہ پانی جو کہ دلوں کو دھو دینے کے لئے نازل ہوا تھا۔ اس سے دلوں میں انقلاب پیدا کریں۔ ذیل میں ہماری طرف سے ایک موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں آپ کے موازنہ کا جواب بھی ہے۔

اگر جماعت احمدیہ قادیان جماعت لاہور سے مل جاتی:۔ تو آج اس محبوب ازلی کے چہرے کا کوئی آشنا نہ ہوتا۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنا اور نہ آنا یکساں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض نہ تو برلن میں ایک عظیم الشان مسجد بنانا تھی۔ نہ تین یورپین زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کرنا تھی۔ نہ پانچ زبانوں میں اسلامی رسالے اور اخبار جاری کرنا تھی۔ نہ تیس زبانوں میں کسی قدر لٹریچر شائع کرنا تھی۔ نہ دس ہزار کاپی انگریزی ترجمہ قرآن کی مفت دینا تھی۔ نہ دو ہزار جرمن ترجمہ کی۔ نہ پندرہ ہزار کاپی سیرت نبوی صلعم کی پہنچانا تھی۔ نہ پچاس ہزار سے اوپر رسالے تعلیم اسلام پر دنیا میں مفت پہنچانا تھی۔ نہ دو ہائی سکول بنانا اور ان کی عمارتوں اور بورڈنگ ہاؤسوں کا اضافہ کرنا تھی۔ نہ وہ اسلامی لٹریچر جو کہ لاہوری جماعت نے شائع کیا۔ شائع کرنا تھی۔

حضور کی بعثت کی غرض تو محض ایک تھی۔ اور وہ یہ کہ انسان کا تعلق اپنے خالق اور اسکی مخلوق کے ساتھ سنور جائے۔ اس مشت خاک میں سے پھر رب ارنی رب ارنی کی جگر سوز آہیں نکلیں۔ وہ پھر محبوب حقیقی کی یادیں رویا کرے۔ بے کل ہو جائے تڑپا کرے۔ سرتاپا سوز ہو جائے۔ تا ناسوت کی خاک سے شعلے اٹھیں۔ اور وہ مشت خاک لاہوت کی ذات میں جذب ہو جائے۔ اور انسان پھر ایک نقطۂ مرکزی پر جمع ہو جائیں۔ وہ پھر جماعت بن جائیں۔ وہ پھر ایک امیر المومنین کی اقتدا میں آجائیں۔ اور اس نعمت سے مستفید ہوں۔ جو برحمتہٖ اخوانا کا نتیجہ ہے۔ جو اشد حبًا للّٰہ ہے۔ لوگ اس کے مامور کی آواز پر مستانہ وار لبیک یا رب لبیک کہتے ہوئے آئیں۔ اور اسلام آسمانی نشانوں اور اپنی تعلیم کی خوبی کے ساتھ ادیان باطلہ پر غالب آئے۔

پس اگر جماعت احمدیہ قادیان بھی لاہوری جماعت میں شامل ہو جاتی۔ تو یہ بھی ویسی ہی خشک ہو جاتی۔ کیا آج جماعت لاہور میں کوئی ایک فرد بھی ایسا ہے۔ جو اس بات کو دعویٰ سے کہہ سکے۔ کہ اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان محبت کے رشتے ہیں۔ اور وہ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات ہے۔ جس قوم کے اکابر رشتوں تک میں وعلیك بذات الدین کے حکم کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ ان کی روحانیت ایک معلوم شدہ حقیقت ہے۔ پس کتابوں کا بوجھ لاد دینے سے کیا حاصل۔ جب گوہر مقصود ہی ہاتھ سے نکل گیا۔ جب خدا کا چہرہ ہی آنکھوں سے چھپ گیا۔

ماسوا اس کے دنیا میں کام محض لٹریچر اور ترجمے اور کتابیں نہیں کرتے۔ بلکہ انقلاب جماعتیں پیدا کیا کرتی ہیں۔ آج جماعت قادیان میں تنظیم اس قدر ہے۔ کہ پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر میں بار بار اسے ہٹلریت کے ساتھ تشبیہہ دی گئی ہے۔ اور اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ "قادیانیوں نے جماعت بندی کو مقصود بالذات قرار دے دیا ہے"۔ آج کیا دنیا میں کوئی مذہبی جماعت ایسی ہے۔ یا خود لاہوری جماعت ہی اس بات کی دعویدار ہے۔ کہ وہ ایک حکم کے پیچھے دیوانہ وار دلی جوشی کے ساتھ اپنی زندگیوں کو ہم آغوش موت کرنے کے لئے تیار ہو۔ مجھے کامل وثوق ہے۔ اور جماعت کے لوگوں کی واقفیت کی بنا پر بھی میں بے دھڑک کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہم میں سے بہت کمزور بھی اپنے وجودوں کو انتہائی قربانی کے لئے پیش کرنے کے واسطے سر بکف ہیں۔

اُدھر یہ حال ہے۔ کہ واقفین طلب کئے جاتے ہیں۔ مگر صدائے برنخواست۔ اور یہاں یہ حال ہے۔ کہ ایک آواز پر **یا تیك سعیًا** کا منظر قائم ہو جاتا ہے۔ اور چاروں طرف سے جاں نثار **لبیك لبیك** کہتے ہوئے جمع ہو جاتے ہیں۔ پس تراجم اور سکولوں پر لٹو ہو جانا اور تنائیے خود بخود کہنا ایک خدائی جماعت ہونے کی مدعی جماعت کے لئے کوئی فخر کی بات نہیں۔ اگر یہ ہے تو عیسائی اس سے بدرجہا زیادہ قابل صد فخر ہیں۔ اور قرآن کے تراجم اور دینی اسکول تو پہلے بھی موجود تھے۔ پس مسیح موعود کے کام کی اس میں کیا خصوصیت ہوئی۔ کیا مسیح موعود کی آمد کی غرض آپ کے دو سکول بنانا تھی۔ سے

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو!

بے شک ایک مذہبی جماعت کی یہ خوبی ہے۔ کہ وہ دلوں کو بدل دے۔ اور دنیا کے مردار خواروں کو خدا کا محب بنا دے۔ لیکن کیا لاہوری چار مشنوں نے کوئی ایک بھی ایسا انسان پیدا کیا۔ یا ان کے سکولوں اور تراجم نے کوئی ایسا انسان بنا دیا۔ پھر خواہ مخواہ کی لاف وگزاف سے کیا حاصل۔ برخلاف اس کے ادھر دیکھو۔ ایک دنیا دلوں کو پکڑے آنکھوں سے آنسو بہاتے مستانہ وار چلی آرہی ہے۔ لوگوں کے دلوں کا تزکیہ اور ان کے نفوس کی تطہیر ہو رہی ہے۔ خدا کے تازہ بتازہ نشان دکھلائے جاتے ہیں۔ ایک لنگر خانہ کھلا ہے۔ جس میں ہر روز بیسیوں لوگ آکر ٹھیرتے ہیں۔ اور روحانی علوم سے متمتع ہوتے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں۔ جو اسلام کا مغز اور مسیح موعودؑ کی بعثت کی اصلی غرض ہیں۔ جن سے ہمارے پیغامی بھائی ناآشنا محض ہیں۔

اُن کے چندے کثرت سے غیر احمدیوں سے آتے ہیں۔ جو کہ احمدیت کو چھپا چھپا کر بلکہ اس سے بیزاری تک ظاہر کر کے حاصل کئے جاتے ہیں۔ اور وہ لٹریچر اور اشاعت قرآن سے اعلائے کلمۃ الحق کا مقصد پورا نہیں کر رہے۔ جماعت قادیان نے اسلامی درسگاہیں بھی جاری کر رکھی ہیں۔ اس کے بیرون ہند مشن بھی پیغامیوں سے بہت زیادہ ہیں۔ اخبار بھی ہیں۔ رسالے بھی ہیں۔ لٹریچر بھی ایسا شائع کیا ہے۔ اور ایسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا نتیجہ اور عکس کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کی اشاعت بھی کی ہے۔ بلکہ خود اسی پیغام صلح میں محمد یوسف صاحب قادیانی کے ہندی اور گورمکھی ترجمہ کی بیس بیس کاپیاں خرید کر بانٹنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام جو کہ اس زمانہ کی بیماریوں کے لئے آسمانی پانی ہے۔ جس قدر جماعت احمدیہ قادیان سے ایک فرد ابوالفضل محمود صاحب نے شائع کیا ہے۔ اس کے برابر تمام جماعت لاہور شائع نہیں کر سکی۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ لاہوری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ قرآن کے چند تراجم شائع کر کے سب کچھ کر بیٹھے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ جب تک گھر گھر میں قرآن کا روحانی علم نہ پہنچا دیں۔ ہمارا کام ابھی ناتمام ہے۔ میں نے مولوی محمد علی صاحب کو ایک خط لکھا تھا۔ جسے کوئی پانچ چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ اور جو ابھی تک شرمندۂ جواب نہیں ہوا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ اسلام کو جو فتح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب احمدیت نے دی ہے۔ وہ آپ کے ایسے ہزار زبانوں میں شائع شدہ تراجم قرآن بھی نہیں دے سکتے۔ اور اگر اس موضوع پر کوئی صاحب تفصیلی تحریری یا تقریری موازنہ کرنے کے خواہشمند ہوں۔ تو میں بصد شوق اس کے لئے تیار ہوں۔

پس اے میرے لاہوری بھائیو! اگر جماعت قادیان جماعت لاہور میں شامل ہو جاتی۔ تو آج کوئی مذہبی جماعت حقیقی رنگ میں جماعت کہلانے کی مستحق نہ ہوتی۔ آج روئے زمین پر کوئی فرد خدا سے محبت و پیار کے تعلق رکھنے والا نہ ہوتا۔ آج اسلام کا یہ زبردست تلوار جو دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہے۔ کہ قرآن کا خدا ایک [illegible] اور وہ آج بھی بولتا اور سنتا [illegible] میان میں ہوتی۔ اور باقی مذاہب کی طرح [illegible] اسلام [illegible] ایک قلیل زمانہ زندگی کا دیکھ کر پھر مردہ [illegible] چکا ہوتا۔

اعجاز احمدی۔ اعجاز المسیح۔ حقیقۃ الوحی۔ براہین پنجم اور دوسری ایسی بیش بہا تصانیف ڈھونڈے سے نہ ملتیں۔ ہاں ان کی بجائے جرمن لٹریچر مل جاتا۔ مشن ڈیڑھ سو ہوتے۔ مسلمان ایک بھی نہ ہوتا۔ اور کوئی ایک بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آشنا نہ ہوتا۔ جماعت کی تعداد جو ۱۹۱۴ء میں تھی۔ اس سے بجائے بڑھنے کے گھٹ جاتی۔ جو بڑے تھے وہ بوڑھے ہو کر مر چکے ہوتے۔ یا مر جانے والے ہوتے۔ اور نژاد نو احمدیت کے اثر سے خالی ہوتی۔ قادیان جو خدا کے مامور کا تخت گاہ تھا۔ وہاں اتو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محبوب کی قبر تک کی حفاظت کرنے کو بھی چار آدمی نہ ہوتے۔

ملکانے تمام کے تمام اسلام کے نام تک سے بیزار ہو چکے ہوتے۔ اور کشمیر کے مسلمانوں کی مدد کے لئے کوئی انتظام نہ ہوتا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

ایک تشنہ تعبیر خواب ہوتا۔ لیکن خدا کو اسلام کی زندگی منظور تھی۔ اس لئے جماعت قادیان جماعت لاہور میں شامل نہیں ہوئی۔

اگر جماعت لاہور جماعت قادیان میں شامل ہو جاتی:۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تذلیل اور توہین کرنے والے خود انہی کے پیرو کہلانے والے نہ ہوتے۔ اور اسی کی پاک جماعت کی توجہ اس طرف مبذول ہو کر اس کا وقت ضائع نہ ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی اولاد کے حق میں درد سے ڈوبی ہوئی دعاؤں کو ضائع شدہ کہنے والے خود آپ ہی کے مرید نہ ہوتے۔ لاہوری مقبرہ بہشتی کی نعمت سے محروم نہ ہوتے۔ اور ان کا رب ان سے اور وہ اپنے رب سے راضی ہوتے۔

میں یہ نہیں کہتا۔ کہ اگر یہ لوگ جماعت قادیان میں شامل ہو جاتے۔ تو بہت پہاڑ ڈھاتے۔ ؎

قدمے دور پرکردی کو برون خانہ آئی

اس میں ان کی اپنی ہی بہتری تھی۔ باقی رہی جماعت کی بہتری۔ سو مجھے یقین ہے۔ کہ ان کے علیحدہ ہو جانے سے جماعت کو نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ جس طرح فاسد خون کے نکل جانے سے جسم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ان کے نکل جانے سے جماعت کے نظام کی صحت بوجہ احسن قائم ہوئی اور ہم خوش ہیں۔ کہ الہام یخرج منہم الیزیدیون ایک اس رنگ میں بھی پورا ہو گیا۔

پس ہم اس واسطے غمگین نہیں۔ کہ یہ لوگ کیوں چلے گئے۔ بہت کام کے آدمی تھے۔ بلکہ ہماری نگاہیں آسمان پر ہیں۔ اور ہماری جبینیں خاک پر۔ اور ہم خوش ہیں کہ آپ کے علیحدہ ہو جانے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پورے ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

خدا تعالےٰ نے ہمیں قدرت ثانیہ کی دولت سے مستفیض فرمایا۔ لیکن ہمیں غم ہے۔ اس بات کا کہ آپ لوگ آسمانی پانی سے اس قدر قریب ہو کر پھر بھی دور ہیں۔ ؎

کافر کنند دعویٰ حب مسیح من

پس اے بھائیو! غور کرو۔ اور دیکھو کہ حقیقت مذہب اور حقیقت اسلام کیا ہے۔ ہم آپ کو اس لئے جماعت میں داخل ہونے کی دعوت نہیں دیتے۔ کہ ہم سکول کھولیں۔ اور عمارتیں بنوائیں بلکہ اس لئے کہ تم خدا کے قریب ہو کر پھر اس سے دور نہ ہو جاؤ۔ اور خدا کی خوشنودی کو حاصل کرو۔ مولوی محمد علی صاحب ہمیں اس لئے لاہوری بناتے ہیں۔ کہ ان کے سکول اور عمارتیں بڑھیں۔ اور ہم آپ کو جماعت قادیان کی طرف اس لئے بلاتے ہیں۔ کہ تا تمہارا خدا تم سے راضی ہو جائے۔ کیا ہم اس شخص کی سنیں جو ہمیں ہلاکت کی طرف بلاتا ہے۔ یا آپ ہماری سنیں کہ ہم آپ کو نجات کی طرف بلا رہے ہیں۔

(خاکسار پیر صلاح الدین پلیڈر فاضلکا)

حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء اور آپکی جماعت احمدیہ اور قادیان کی محترم بستی کو مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام کی گندی گالیاں

حال ہی میں یہ گالیاں خطبہ جمعہ میں منبر پر کھڑے ہو کر دی گئی ہیں۔ اور "پیغام صلح" کے خاص نمبر مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی ہیں۔ قبل اس کے کہ میں ان گالیوں کو یہاں درج کروں۔ اس پرچے کی خصوصیت عرض کر دیتا ہوں۔ یہ پرچہ خاص طور پر "قادیانی دوستوں" کے لئے ہے۔ اس کے شروع میں لکھا ہوا ہے۔ "مسیح موعود نمبر" پھر اس کے نیچے لکھا ہے۔ "الصلح خیر" گویا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کو گندی سے گندی گالیاں دے کر محمد علی صاحب صلح کرنی چاہتے ہیں۔ پھر لکھا ہے:۔ "قادیانی دوستوں کی خدمت میں ایک پُر خلوص پیشکش" پھر لکھا ہے۔ "امسال "مسیح موعود نمبر" میں قریبًا تمام مضامین قادیانی عقائد و مسلک کے متعلق شائع کئے جا رہے ہیں"۔ "مسیح موعود نمبر کو انتہائی خلوص کے ساتھ قادیانی دوستوں کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ان سے .... اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اس نمبر کے مضامین کو بغور مطالعہ فرما کر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور سوچیں"۔ "یاد رہے۔ کہ اندھی تقلید۔ ضد۔ تعصب اور ہٹ دھرمی مومن کا شیوہ نہیں"۔ یہ سب کچھ اس پرچہ کے ٹائیٹل پیج ۳ پر لکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ پرچہ اور جو کچھ اس میں ہے۔ یہ خاص جماعت احمدیہ کے لئے تحفہ ہے۔ جس کو محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے دلی خلوص کے ساتھ جماعت احمدیہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ پس جماعت احمدیہ کو چاہیئے۔ کہ اس کو ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور سوچیں۔ اس کے آگے اب خطبہ کے سرنامے اور سرخیاں شروع ہوتی ہیں۔

"قادیان کے اندر کفر اور شرک کے دو زبردست قلعے"۔ "کلمہ کو منسوخ قرار دینا کفر عظیم ہے"۔ قادیانی "خلافت" شرک کا بہت بڑا قلعہ ہے"۔ "اسلام اور احمدیت کے مفاد کا تقاضا ہے کہ ان قلعوں پر زبردست تبلیغی حملہ کر کے انہیں مسمار کر دیا جائے۔" "خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۴۰ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ"۔

ان سرناموں اور سرخیوں کے بعد امیر پیغام بالفاظ ذیل در افشاں ہیں:۔

"فانصرنا علی قوم الکافرین"۔ "پس ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت دے"۔ "ان دو آیات میں جن میں اسلام کو کفر پر غالب کرنے کی دعا مانگی ہے"۔ "ہماری جماعت کا مقصد اس دعا میں مذکور ہے"۔ "وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولا ہے۔ پس ہمیں قوم کافر کے خلاف نصرت دے"۔ "اشاعت قرآن کے کام سے قادیانی جماعت کا بُعد"۔ "اشاعت قرآن کے کام کو بالکل فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اس مقصد سے بہت دور ہٹ گئے ہیں"۔ "قادیانیوں کا حملہ دراصل قرآن کریم پر ہے"۔ "اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ وہ اشاعت قرآن کے متعلق نہایت تحقیر آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں"۔ "دراصل قرآن کریم کی تحقیر کرتے ہیں۔ درحقیقت ان کا حملہ ہم پر نہیں۔ بلکہ قرآن کریم پر ہوتا ہے"۔ "قادیانیوں کا طریق کار۔ بے معنی اعتراضات اور وسوسہ اندازی"۔ "ان کا طریق یہ ہے۔ کہ اعتراض پر اعتراض بناتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کو شائع کر کے وساوس پیدا کرنے شروع کر دیتے ہیں"۔ "ان کی طرف سے آئے دن اشتہارات تقسیم ہوتے ہیں۔ .... وہی پرانی باتیں جن کا بارہا جواب دیا جا چکا ہے۔ وہی وساوس پیدا کرنے والا عیسائیوں اور آریوں کا سا طریق"۔ "لیکن آپ لوگوں کا بھی ایک فرض ہے۔ آپ اپنی جماعت کی حفاظت کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ دنیا کو گمراہی اور غلط فہمی سے بچانے کے لئے ضروری اعتراضوں کا جواب دیں"۔ "ہماری جماعت میں اس کام کے اہل موجود ہیں۔ .... جو قادیانیوں کے تمام اعتراضات کا نہایت معقول و مسکت جواب دے کر ان کے پیدا کئے ہوئے تمام وساوس کا ازالہ کر سکتے ہیں"۔ "اٹھو اور ایک اعتراض کا جس سے وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جواب دو"۔ "وسوسوں کا دور کرنا مشکل نہیں ہے"۔ "وسوسہ بڑی چیز ہے"۔ "وہاں تو یہ حالت ہے۔ کہ معقول غیر معقول۔ رطب و یابس جو کچھ ہوتا ہے۔ جس طرح کوئی لکھ دے۔ الفضل اور دوسرے قادیانی اخبارات میں چھپ جاتا ہے"۔ "صرف دفاع سے فتح حاصل نہیں ہوا کرتی۔ یہ تو ہو گا ڈیفنس یا دفاع۔ لیکن اس کے علاوہ ہم پر ایک اور فرض بھی ہے۔ نرا دفاع کرنے سے فتح حاصل نہیں ہوا کرتی۔ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ لیجئے۔ جنگ بدر ہوئی۔ جنگ احد ہوئی۔ جنگ احزاب ہوئی۔ لیکن یہ جنگیں صرف دفاعی تھیں۔ صرف کفار کے حملوں کا دفاع کیا گیا۔ اسلام کی اصل فتح کا باعث وہی جنگ تھی۔ جس میں کہ فتح مکہ حاصل ہوئی۔ گو یہ جنگ بھی اپنی اصلیت میں دفاعی تھی۔ لیکن بہرحال مسلمانوں نے اپنے مرکز سے نکل کر حملہ کیا تھا"۔ (گویا باقی جنگوں میں تو مسلمان اپنے مرکز مدینہ سے باہر نہیں نکلے تھے۔ کیا عمدہ معلومات ہیں۔ کیسا عمدہ طرز کلام ہے)

اے جماعت احمدیہ دیکھا۔ مولوی محمد علی صاحب اس فقرہ میں کیا کیا اشارے کر گئے ہیں۔ یعنی قادیان مکہ ہے۔ اور تم کفار مکہ۔ اور اب تمہارا وہی حال محمد علی اور اسکے ساتھی کریں گے۔ جو مسلمانوں نے کفار مکہ کا کیا تھا۔ اچھی طرح سمجھ سوچ لو۔ پھر فرماتے ہیں:۔

"قادیانی جماعت پر زبردست تبلیغی حملہ کی ضرورت ہے"۔ "اس وقت ایک حملہ بھی ہونا چاہیئے"۔ "اور یہ بات خوب یاد رکھو۔ کہ ادھورے دل سے حملہ کچھ نہیں۔ حملہ بغیر پوری قوت کے کامیاب اور نتیجہ خیز نہیں ہوتا"۔ "شاید لوگ کہیں گے۔ کہ یہ اچھا وعظ ہے۔ جس میں کہ حملہ کی تلقین کی جا رہی ہے۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ مجھے اپنے فرائض اور ان الفاظ کی اہمیت کا جو کہ میں کہہ رہا ہوں۔ پورا احساس ہے۔ اس موقعہ پر قادیانی جماعت پر ضرور تبلیغی حملہ ہونا چاہیئے! کیونکہ قادیان کے رہنے والوں نے کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی ہے"۔ "قادیان کے اندر کفر اور شرک کے دو زبردست قلعے"۔ "قادیان کے اندر ہاں اُس قادیان کے اندر جس کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نام حضرت مسیح موعود کی وجہ سے دنیا میں روشن ہُوا۔ ان لوگوں نے دو نہایت خطرناک قلعے تعمیر کرنے ہیں۔ جب تک ان دو قلعوں کو گرایا نہیں جاتا۔ اسلام اور احمدیت کے لئے ایک زبردست خطرہ موجود رہے گا۔ ان میں سے ایک قلعہ کفر کا اور دوسرا شرک کا ہے۔ الفاظ بے شک سخت ہیں۔ مگر میں دو اور دو چار کی طرح اس بات کو ثابت کروں گا۔ کہ میں نے یہ جو کچھ کہا ہے بالکل صحیح ہے۔ قادیان کے اندر یہ دو قلعے تعمیر ہو رہے ہیں۔ اسلام اور احمدیت کے فائدہ کی خاطر ان کا گرانا ازبس ضروری ہے۔" "قادیان میں اسلام کو منسوخ قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ کفر کیا ہے؟ دین اسلام کو منسوخ ٹھہرانا اس کا نام ہے۔ اگر کوئی مسلمان بھی ایسا فعل کرتا ہے۔ یا ایسا عقیدہ رکھتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ اسلام کی منسوخی ہو۔ تو گو میں اس کے مرتکب کو کافر یعنے خارج از اسلام نہیں کہوں گا لیکن اس کا یہ فعل بجائے خود کفر ہے۔ میں خوب اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں۔ کہ قادیان میں اسلام کو منسوخ قرار دیا جا رہا ہے۔" "کلمہ دین اسلام کی بنیاد ہے۔ ...... لیکن آج قادیان میں اس کے برعکس کہا جا رہا ہے۔ کہ صرف اس کلمہ سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب بنیاد ہی باقی نہ رہی۔ تو اس پر عمارت کس طرح قائم رہے گی؟ جب کسی حکومت کا تختہ الٹ جاتا ہے۔ اور بادشاہت بدل جاتی ہے۔ تو پہلی حکومتوں کے نوٹوں کی حیثیت محض ردی کاغذ کی رہ جاتی ہے کسی زمانہ میں یہاں ہندوستان میں بھی روس کے نوٹ ردی کاغذوں کی طرح ہو گئے تھے۔ بعینہ یہی حالت کلمہ کی قادیان والوں نے کی ہے۔ یہ کہہ کر کہ کلمہ کے ذریعہ اب کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کلمہ کو نعوذ باللہ ایک ردی سکہ کی طرح ٹھہرا دیا ہے۔ قادیانی جو کہتے اور مانتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ کلمہ کی منسوخی ہے۔" "آپ خوب اچھی طرح غور کر کے دیکھ لیں۔ حضرت مسیح موعود تو فرماتے ہیں۔ کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ہے۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰) لیکن اس کے خلاف قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جنہوں نے مسیح موعود کا انکار کیا۔ وہ بھی۔ جنہوں نے انکار نہیں کیا وہ بھی جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا کبھی نام بھی نہیں سُنا۔ سب کافر ہیں۔" (تریاق القلوب کے اس حوالے کا جواب انشاء اللہ آگے آئے گا) "کلمہ پڑھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کافر ہیں۔ تکفیر کے متعلق قادیانیوں کا مسلک بے حد غیر معقول ہے۔ میں تکفیر کے معاملے میں پرانے مولویوں کو بھی غلطی پر سمجھتا ہوں۔ ان کا طرز عمل غلط اور خلاف اسلام ہے۔ لیکن اس کے اندر بھی قادیانیوں کے مسلک کی نسبت معقولیت ہے۔" "زبان سے تو وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام کہتے ہیں۔ لیکن عمل یہ ہے۔ کہ غلام کو آقا کے مقابل کھڑا کر دیا ہے۔ بلکہ آقا کو تخت سے اتار کر غلام کو اسکی بجائے تخت پر بٹھا دیا ہے۔ جس رنگ میں قادیانیوں نے مسئلہ کفر و اسلام کو پیش کیا ہے۔ یہ بہت ہی خطرناک ہے۔ یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس سے کلمہ منسوخ قرار پاتا ہے۔ کلمہ منسوخ ہو۔ تو اسلام خود بخود منسوخ ہو گیا۔ کیا بنیاد کو اکھاڑنے کے بعد عمارت قائم رہ سکتی ہے؟ اس طرح کلمہ کو منسوخ قرار دینا کفر عظیم ہے۔ قادیان کے قلعہ کفر کو توڑنے والا گولا کلمہ ہے۔" "اس طرح گویا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جگہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہو گئے۔ یہ قادیان میں کفر کا زبردست قلعہ تعمیر ہو رہا ہے۔ اسکی بنیادیں رکھی جا چکی ہیں۔ آپ لوگوں کا فرض ہے۔ کہ اس قلعہ کو پوری کوشش کے ساتھ توڑ ڈالیں۔ اس کے توڑنے والا گولا یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔" "قادیانیوں کا سفید جھوٹ!" "اس کے مقابلہ میں قادیانیوں کا یہ سفید جھوٹ دیکھیے۔ کہ جس شخص نے حضرت مسیح موعود کا کبھی نام بھی نہیں سُنا۔ وہ بھی کافر ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے۔" "قادیان والوں کے کفر کے اس قلعہ کو توڑنے کے لئے یہ جنازہ کا مسئلہ بھی بڑا زبردست ہتھیار ہے۔" "اس چھوٹے سے ہتھیار سے ..... ان کے قلعہ کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔" "میاں صاحب کی غلط بیانی" "گذشتہ دنوں میاں صاحب نے جوش میں آ کر کہہ تو دیا۔ کہ محولہ خط کے خلاف بھی حوالے موجود ہیں .... یہ محض جھوٹ ہے۔" "قادیانیوں کے اعتراضات کا واحد علاج کلمہ کا عصا ہے۔" "قرآن کریم کے اندر حضرت موسیٰ کے فرعون کے ساتھ مقابلہ کے ذکر میں آتا ہے۔ کہ فرعون کے جمع کئے ہوئے جادوگروں نے سب اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں ...... حکم خداوندی کے مطابق حضرت موسیٰ نے ان کے مقابلہ پر اپنا عصا ڈالا۔ تو وہ ان رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا۔ قادیانیوں کے یہ چھوٹے چھوٹے اعتراضات ان رسیوں کی طرح ہیں۔ ان کا واحد علاج کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا عصا ہے۔ یہ خدائی عصا ان رسیوں کو نگل جائے گا۔ اس کے مقابلے پر قادیانی اور ان کے اعتراضات ٹھہر نہ سکیں گے۔"

(اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گویا محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی موسیٰ ہیں۔ اور تم فرعون اور اس کے جادوگر ہو۔ اور تمہارے دلائل جن کو تم محمد علی صاحب اور اسکی جماعت کے مقابلہ پر پیش کرتے ہو۔ جو ٹھیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کی عبارتیں ہی ہیں۔ وہ جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں ہیں)

اس کے آگے مولوی محمد علی صاحب نے بار بار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کو کفر پر بحث کرنے کا چیلنج کیا ہے۔ اور پھر کہا ہے۔ کہ "اگر میاں صاحب میں ذرہ بھی ہمت ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہ اس تجویز کو ماننے سے انکار کر دیں۔ وہ پیر ہو کر اس مسئلہ کے قائل ہیں۔ اور اسے لئے پھرتے ہیں۔ اپنے اس مسئلہ کی وجہ سے وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے اس مسئلہ کی وجہ سے احمدیت نہیں بلکہ قادیانیت بہائیت کی دوسری بہن بن گئی ہے۔ کیا یہ میاں صاحب کے لئے شرم کی بات نہ ہو گی۔" "آج کل قادیان میں یہ حالت ہے۔ کہ کوئی مطلب کی بات نہیں کی جاتی۔ البتہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر صفحوں کے صفحے سیاہ کر دیئے جاتے ہیں۔ میاں صاحب کے نرمی کی تلقین والے خطبے کے متعلق میں نے کہا تھا۔ کہ میاں صاحب نے ویسے تو اس میں نرمی کی تلقین کی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جماعت لاہور کو "پیغامی" کہہ کر ایک گالی بھی سُنا دی"۔ "ہم تحقیر کے لئے نہیں تخصیص کے لئے "قادیانی" لکھتے ہیں۔ اب اندھے کے سامنے رونے والی بات ہے۔ ہم تو انہیں تخصیص و امتیاز کے لئے "قادیانی" لکھتے ہیں۔ اس میں تحقیر و دل آزاری کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔" "غرضکہ ان کے ہاں اس قسم کے تماشے ہوتے رہتے ہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی طرف توجہ ہے۔ لیکن اصل کام اور مطلب کی بات کی طرف مطلق دھیان نہیں ہے" "قادیانی میدان چھوڑ چکے ہیں۔ تم ان کا تعاقب کرو۔ خوب یاد رکھو۔ کہ قادیانی مسئلہ کفر پر بھاگ گئے ہیں۔ میدان چھوڑ چکے ہیں۔ یہ اس مسئلہ میں ہمارے سامنے نہیں ٹھیر سکتے۔ لیکن تم ان کا تعاقب کر کے انہیں ان کے گھر پر پہنچا کر آؤ۔ اور ان کا پیچھا نہ چھوڑو۔ جب کبھی ان کا کوئی شخص تمہارے پاس آئے۔ اور تمہیں تبلیغ کرنا چاہے۔ تو بڑے شوق سے ان کا خیر مقدم کرو۔ اور اس سے کہو۔ کہ اپنی تبلیغ سے پہلے ذرہ ہماری ایک بات بھی سن لو۔ اس امر کا فیصلہ کر لو۔ کہ کلمہ منسوخ ہے یا نہیں؟ اگر منسوخ نہیں تو کلمہ گو مسلمان کس طرح کافر ہو سکتے ہیں؟ اور اگر منسوخ ہے۔ تو پھر دین اسلام کا کچھ باقی نہ رہا۔ جب کبھی کوئی قادیانی تمہارے پاس آئے۔ یا تم اس سے ملو۔ تو یہ سوال ضرور کرو۔ ...... خوب یاد رکھو۔ کہ یہ قادیانیوں کے کفر کے قلعہ کو گرانے کے لئے نہایت کارگر اور زبردست ہتھیار ہے۔" "قادیان کی نام نہاد "خلافت" شرک کے مترادف ہے۔ دوسرا قلعہ قادیان میں شرک کا تعمیر ہو رہا ہے۔ اور وہ شرک کا قلعہ "خلافت" ہے۔ کس طرح پر؟ قرآن شریف میں عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق آتا ہے۔ کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔ انہوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے۔ عدی ابن حاتم سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے اس آیت کے نزول پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ ہم لوگ احبار و رہبان کی عبادت تو نہ کرتے تھے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ کیا ایسا نہیں۔ کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسے وہ حرام کہہ دیتے۔ تو تم لوگ بھی اسے حرام سمجھ لیتے۔ اور اللہ نے جو حرام کیا ہے۔ اسے یہ حلال کہہ دیتے تو تم لوگ اسے حلال سمجھ لیتے تھے۔ عدیؓ بن حاتم نے عرض کیا۔ کہ ہاں حضور ایسا تو ہوتا تھا۔ اس پر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہی احبار و رہبان کو اربابًا من دون اللہ قرار دینا ہے۔ کتاب اللہ کے احکام کو چھوڑ کر پیر کی باتوں کو ماننا شرک ہے قادیان میں آج یہی ہو رہا ہے۔" "خلیفہ کو اس کا مصداق قرار دے کر اس کو خدا بنا لیا گیا۔ اربابًا من دون اللہ سے بھی اوپر بنا لیا گیا۔" "قادیانی بزرگ اس کو خلیفہ اور پیر کا مقام بتاتے ہیں۔ اب خود ہی غور کر لیجئے۔ کہ شرک اور کس چیز کا نام ہے۔ مریدوں کا اپنے پیر کے متعلق ایسا کہنا اور سمجھنا شرک کی ایک نہایت ہی مکروہ شکل نہیں تو اور کیا ہے؟" "خود میاں صاحب کہہ چکے ہیں۔ کہ کوئی مجھ پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ جو کوئی مجھ پر سچا اعتراض بھی کریگا۔ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ سچا اعتراض کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ خلیفہ صاحب فی الواقعہ کوئی غلطی کریں۔ اور کوئی کہہ دے۔ کہ آپ نے یہ غلطی کی ہے۔ اس پر وہ بقول میاں صاحب سیدھا جہنم میں جائے گا۔ میاں صاحب کسی ناجائز امر کو جائز کہہ دیں۔ ان کا مرید یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ آپ نے ناجائز کو جائز کر دیا ہے۔ یہی حلال کو حرام ٹھہرانا ہے"۔ میں اس بات کو ذرا صراحت کے ساتھ سمجھا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرض کرو۔ کہ ایک شخص فی الواقعہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور دوسرا اس پر یہ اعتراض کرتا ہے۔ کہ تم نے خدا کے حکم کے خلاف یہ جھوٹ کہا ہے۔ یا ایک شخص فی الواقعہ شراب پیتا ہے۔ دوسرا اس پر اعتراض کرتا ہے۔ کہ تم نے خدا کے حکم کے خلاف شراب کیوں پی۔ یا ایک شخص زنا کرتا ہے۔ دوسرا اس پر اعتراض کرتا ہے۔ کہ زنا خدا کے غضب کو لانے والی چیز اور سخت ناپاکی ہے۔ تو اب اگر یہ پہلا شخص جو جھوٹ بولتا ہے۔ شراب پیتا ہے زنا کرتا ہے۔ وہ جنت کا وارث بنے۔ اور جو شخص ایک بدی سے روکتا۔ یا خدا کے حکم کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ وہ جہنمی ہو جائے۔ تو اس سے بڑھ کر اندھیر کیا ہوگا۔ قادیان کی خلافت شرک کا ایک قلعہ ہے۔"

"یہ کیا تنظیم ہے۔ جس میں خدا اور رسول کے احکام کی ہتک ہوتی ہے۔ غرق ہو جائے ایسی تنظیم۔ کیا خدا کی حلتوں کو حرام اور خدا کی حرمتوں کو حلال قرار دینا اسکو تنظیم کہا جا سکتا ہے۔ یہ شرک ہے اسی لئے میں کہتا ہوں۔ کہ قادیان کی خلافت شرک کا ایک قلعہ ہے۔ اسلام اور احمدیت کے مفاد کا تقاضا ہے۔ کہ اس قلعہ کو توڑ دیا جائے۔" "بے شک میں اس بات کا قائل ہوں۔ کہ مخالف کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ لیکن اس پر فتح حاصل کر لینے کے بعد۔ جس طرح کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے بعد دشمن کے ساتھ فیاضی کا سلوک کیا۔" "ان قادیانی قلعوں کو فتح کر لینا مشکل نہیں ہے۔ جب تک ہم ان کے دو قلعوں کو فتح نہیں کر لیتے۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ ان دو قلعوں کا فتح کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ یہ قلعے بودی عمارتیں ہیں۔ جو ریت کے تودوں پر کھڑی ہیں یہ چند شخصوں کی حسن ظنی کی وجہ سے قائم ہیں۔ اس سہارا کے ہٹتے ہی یہ عمارتیں جھٹ زمین پر آ رہیں گی۔" "ہاں جب قادیانی اپنے ان عقیدوں کو چھوڑ دیں۔ کلمہ گوؤں کی تکفیر سے باز آ جائیں۔ اس مشرکانہ خلافت کو ترک کر کے صحیح اسلامی خلافت کو مانیں۔ جیسا کہ میں پہلے بھی کسی خطبہ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ اسلام میں خلیفہ کی حیثیت امیر کی ہے۔ ڈکٹیٹر کی نہیں ہے۔ اسلام میں تو حکم ہے کہ دو آدمی بھی ہوں۔ تب بھی ان میں سے ایک کو امیر مان لو۔ لیکن اسی کے ساتھ ہی حکم ہے۔ کہ جب امیر شریعت کی خلاف ورزی کرے۔ تو اسکی مخالفت کرو۔ (ذرا ان اُلو کھے مولوی صاحب سے کوئی پوچھے۔ کہ اسلامی خلافت کی یہ تعریف جو تم نے کی ہے یہ کہاں لکھی ہوئی ہے یہ تو قرآنی تعریف کے خلاف ہے۔ یہ سورہ نور کے

خلاف ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے فرمائی ہے۔ تو ان کو اپنی مولویت یاد آ جائے۔ جناب امیر پیغام کو اتنا بھی علم نہیں۔ کہ ساری قوم کا خلیفہ اور سفر میں اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو امیر بنا لینا یہ دو جدا جدا امر ہیں۔ ایک نہیں۔ اسلام میں کئی قسم کے امیر اور کئی قسم کے امام مانے گئے ہیں۔ مگر سب کا مرتبہ یکساں نہیں ہوتا۔ ہر خلیفہ کو امیر بھی کہا گیا ہے۔ لیکن ہر امیر کو خلیفہ نہیں کہا گیا۔ قوم میں خلیفہ صرف ایک ہوتا ہے۔ اور امیر کئی ہو سکتے ہیں۔ ایک خلیفہ کی موجودگی میں نہ دوسرا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی خلیفہ معزول ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر۔ اور فرمایا جب خلافت کا کرتہ خدا پہنا دے۔ پھر اتارنا نہیں۔ اور یہ حکم امیر کے لئے نہیں۔ یاد رہے۔ کہ امیر معزول بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس کی جگہ دوسرا امیر مقرر ہو سکتا ہے۔ مگر خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ اس کے آگے پھر خطبہ چلتا ہے)

"جس روز قادیانی اپنے گندے عقیدوں کو چھوڑ دیں گے۔ اس روز ان کے ساتھ ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔" "قربانی کی ضرورت ہے۔ تم میں سے ایک ایک فرد اس کفر و شرک کے قلعے کو توڑنے کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ یہ بات قربانیوں کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔" "اپنی طاقت کے بڑے حصہ کو دشمن کے مقابلے کے لئے محفوظ رکھو۔" (پیغام صلح مسیح موعود نمبر ۲۶ رمئی ۱۹۴۱ء)

پیارے ناظرین! آپ نے جناب امیر پیغام کی گل افشانی اور سنجیدگی و متانت و تہذیب دیکھ لی۔ یہ سارا خطبہ اس شخص کے منہ سے نکلا ہے۔ جس کی طبیعت اور مزاج بڑی نازک اور حساس واقع ہوئی ہے۔ جو لفظ "پیغامی" کہنے پر چیخ اٹھتا ہے۔ کہ غضب ہو گیا۔ میاں صاحب لوگوں کو نرمی سکھلاتے ہیں۔ اور خود ہمیں "پیغامی" کہہ کر گالیاں دیتے ہیں۔ جو لفظ "پیغامی" کو گالیاں سمجھ رہا ہے۔ یہ خطبہ اس کے منہ سے نکلا ہے۔ ناظرین! آپ یہ نہ سمجھ لیں۔ کہ یہ خطبہ کوئی بیس تیس صفحہ کا ہوگا۔ جس سے یہ گالیاں چنی گئی ہیں۔ نہیں نہیں یہ پیغام صلح کے صرف $3\frac{1}{2}$ صفحہ پر شائع ہوا ہے۔ اس سے آپ یہ اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ خطبہ کے دوسرے الفاظ جو گالیوں کے سوا ہوں گے۔ وہ کس قدر ہیں۔ شاید ہی کوئی سطر ایسی ہوگی۔ جو گالیوں سے خالی رہی ہوگی۔ دوسرے نمبر میں انشاء اللہ اس خطبہ پر تنقید کی جائے گی۔ اور جو جو جماعت احمدیہ پر مولوی محمد علی صاحب نے اعتراضات کئے ہیں۔ ان کا مدلل جواب دیا جائیگا۔

(خاکسار حکیم نظام الدین مبلغ)

ارجنٹائن کا ہفتہ

ارجنٹائنا میں شامی عربوں کی ترقی

(فاروق کے خصوصی نامہ نگار مقیم بونس آئرس کی چٹھی)

ارجنٹائنا میں شامی عرب جنہیں غلطی سے ترکوں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بیرونی ممالک سے آمدہ بیس نو آبادکار اقوام میں الیطالین اور ہسپانیوں کے بعد تیسرے درجہ پر شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد ساڑھے تین لاکھ سے چار لاکھ تک ہے۔ چونکہ ملک شام گذشتہ عالمگیر جنگ سے قبل عثمانیہ امپائر میں شامل تھا۔ اس لئے اس ملک سے آمدہ نو آبادکاروں کو ترک خیال کیا جاتا ہے۔ ان کی اکثریت مسلمان نہیں۔ بلکہ عیسائی اور وہ بھی تین فرقوں مارونی۔ کیتھولک اور آرتھوڈکس میں تقسیم ہیں۔ حکومت ترکیہ نے پہلی دفعہ ۱۹۱۰ء میں اس ملک میں قونصل جنرل مقرر کیا۔ یہ صاحب امیر امین ارسلان تھے۔ اور قبل ازیں بلجیم اور فرانس میں بھی قونصل جنرل رہ چکے ہیں۔ اسی سال ارجنٹائن کے سینیٹ کے ایک ممبر نے ان نام نہاد "ترکوں" کے ملک سے اخراج کا مطالبہ کیا۔ اور اس کی یہ وجہ بتلائی۔ کہ چونکہ اس ملک کو کھیتی باڑی کے کام کے لئے کارندہ ہاتھوں کی ضرورت ہے۔ نہ کہ تاجر لوگوں کی اور شامی لوگ صرف شہروں میں ہی کام کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں نکال دینا چاہیئے۔ اور جبکہ سینٹ میں اس معاملہ پر بحث ہو رہی تھی۔ Dr. Joaquium V. Gonzalez نے اس تجویز کی مخالفت کی اور شامیوں کی نہایت درجہ پر زور مدافعت کرتے ہوئے کہا۔ کہ یہ لوگ نہایت دور سے بڑی دلیری اور جرائت کر کے آئے ہیں۔ یہ زبان و عادات ملک سے ناآشنا ہیں۔ انہیں زیادہ واقفیت کے لئے مزید مہلت دینی چاہیئے۔

شروع شروع میں شامی لوگ صرف بونس آئرس وغیرہ شہروں میں ہی پھیری وغیرہ کا کام کرتے تھے۔ لیکن جب میونسپلٹی نے پھیری کرنے والوں پر ٹیکس زیادہ کر دیا۔ اور اسی طرح ان کی تعداد بھی زیادہ ہو گئی۔ یہ شہر چھوڑ کر اندرون ملک میں کام کرنے لگے۔ اور چونکہ یہ یہاں کی زبان و عوائد سے ناآشنا تھے۔ اس لئے انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ اور چونکہ پرانے آبادکار انڈین وغیرہ کوئی زیادہ تہذیب یافتہ نہ تھے۔ اور عرب ان کی عادات سے ناواقف اس لئے ان میں سے کئی اشخاص کی جانیں بھی ضائع ہوئیں۔ بہرحال ان کی ترقی حیرت انگیز ہے۔ قریبًا پچاس سال سے شامی لوگوں نے اس ملک کا سفر کرنا شروع کیا۔ اور اب یہ لوگ یہاں کی ترقی کا ایک اہم رکن شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کی ترقی سے متعلق بعض اعداد و شمار مندرجہ ذیل ہیں:۔

ان میں مختلف علوم و فنون مثلاً وکالت۔ طبابت انجینئرنگ اور زراعت وغیرہ کے ۵۲۳ گریجوایٹ موجود ہیں۔ ان میں کئی پراونشل لیجسلیٹو کونسلوں کے ممبر ہیں۔ ان کی ادبی و تعاون باہمی کی انجمنیں اور سوشل اور سپورٹس وغیرہ کے کلبوں کی تعداد ۳۶۰ ہے۔ انہیں صنعت میں قابل قدر مقام حاصل ہے۔ ان کے صرف بونس آئرس شہر میں واقعہ ٹیکسٹائیل کارخانہ جات کی تعداد ۱۳۰ ہے۔ یا بلفظ دیگر بوانس آئرس کے کل کارخانوں میں سے پندرہ فی صدی ہے۔ اندرون ملک میں مختلف کاموں کے لئے مزید ۱۲۰ کارخانے ہیں۔ زراعت اور تربیت مویشی کے ۸۵۰۔ اور لکڑی پیدا کرنے کے لئے ۲۵ ادارے ہیں۔ (یہ اعداد و شمار "سیرین چیمبر آف کامرس" کے مینیجر سے حاصل کردہ ہیں)

یہاں کا شامی لبنانی بنک مشہور رہا ہے۔ اس کی تاسیس پر پندرہ سال گذر چکے ہیں۔ شامی لبنانی شرف وطن کلب بھی بہت مشہور رہا ہے۔ علاوہ ازیں شامی آبادکاروں کے حقوق کی حفاظت وغیرہ کے لئے ایک انجمن علیحدہ قائم ہے۔ اور اسی طرح ایک ہسپتال بھی ہے۔ ان کا سب سے پہلا مدرسہ "سان مارون کالج" ہے۔ جسے مارونی عیسائی مبشرین چلا رہے ہیں۔ اس مدرسہ کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ صدر جمہوریت کا بیٹا بھی اس میں تعلیم پاتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ قابل تعریف امر یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ شامی آبادکار تعداد کے لحاظ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیسرے درجہ پر شمار کئے جاتے ہیں۔ پولیس کے ریکارڈ کے مطابق ارتکاب جرائم قتل و چوری وغیرہ عیوب میں ان کی تعداد کم ترین ہے۔ سفید فام عورتوں کے کاروبار (یعنی یورپ وغیرہ ممالک سے فریب کارانہ اور ٹھیکہ کے طور پر عورتیں منگوا کر لہو و لعب کے اڈے قائم کرنے) میں تو کوئی بھی لتھڑا ہوا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے حکومت کے قوانین کے خلاف کبھی بھی جاسوسی اور خیانت نہیں کی۔ اور یہ لوگ ارجنٹائینا کی زندگی اور عادات سے اس طرح باہم ہو چکے ہیں۔ کہ بسا اوقات ان میں اور خالص ارجنٹائن لوگوں میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سو جب انسان عربوں کی اس حیرت انگیز ترقی کو دیکھتا ہے تو ممدوح الصدر Dr. Joaquin V. Gonzalez وغیرہ اشخاص کی بے غرضانہ مدافعت یاد آجاتی ہے۔ اور یہ کہ ان لوگوں نے آج سے تیس سال قبل اس امر کو بھانپ لیا تھا۔ کہ یہ شامی عرب بہترین آبادکار اور شہری ثابت ہوں گے۔

طالب الدعا۔ رمضان علی الراعی نمائندہ تحریک جدید ارجنٹائینا۔

جاپان کا ہفتہ

تینری کیو

فاروق کے خصوصی نامہ نگار مقیم جاپان کی چٹھی

ومن اٰیاتہ اللیل والنہار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقہن ان کنتم ایاہ تعبدون۔ (فصلت ۵۶)

تینری کیو:۔ "کیو" کے معنے مذہب اور "تینری رو" اس کے دیوتا کا نام ہے۔ یہ دیوتا ایک ہستی نہیں بلکہ دس مختلف وجودوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ سورج اور چاند دیوتاؤں نے جب تخلیق انسانی کرنا چاہی۔ تو اسباب یعنی مادہ کی ضرورت پڑی۔ اس کے لئے بڑے غور و تدبر کے بعد آٹھ جاندار تجویز کئے۔ اور ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ درخواست کرکے اس کا وجود مستعار لیا گیا۔ اس خدمت کا صلہ یہ تھا۔ کہ ان کو قابل پرستش دیوتا بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ جب کام ختم ہو چکا۔ اور سورج اور چاند آسمان پر جانے لگے۔ تو یہ آٹھوں جاندار بھی ستاروں کی شکل میں متبدل ہو کر ان کے ساتھ آسمان پر چلے گئے۔ اور نظام کائنات جاری کیا۔ اس مجموعہ کا نام "تینری رو" ہے۔ اس مذہب کے دیوتا کے متعلق عقیدہ یہ ہے۔ کہ مخلوقات اس سے صادر ہوئی ہے۔ محض خالق نہیں بلکہ ماں باپ ہے۔

پیدائش عالم۔ "کیچڑ کا سمندر" اس سرخی کے ماتحت پیدائش عالم کا بیان ہے۔ لکھا ہے۔ کہ دنیا ابتدا میں ایک وسیع کیچڑ کا سمندر تھی۔ اس میں دو بہت بڑے سانپ جن کے حجم اور لمبائی وغیرہ کا اندازہ انسانی وہم سے بالا ہے۔ رہتے تھے۔ ایک کے بارہ سر اور تین دمیں اور دوسرے کا ایک سر اور ایک دُم تھی۔ درحقیقت یہ دونوں سانپ اپنی طاقتوں اور خاصیتوں کے لحاظ سے سورج (مؤنث) اور چاند (مذکر) تھے۔ ان کا رتبہ افضل تو تھا ہی۔ مگر پھر بھی کسی سے عبادت کرانے کے لئے آرزومند تھے۔ یہ جذبہ اس قدر قوی تھا۔ کہ اس کے حصول کے بغیر ان کو ایک دم بھی چین حاصل نہ تھا۔ اس مقصد کے پیش نظر انہوں نے ایک مخلوق پیدا کرنے کی ٹھانی۔ جو کہ انسان تھا۔

اس انسانی پیدائش کے مادہ کے لئے انہوں نے کیچڑ کے سمندر میں سے چند مچھلیاں، سانپ اور کچھوا منتخب کئے۔ اس انتخاب میں کوئی نہ کوئی صفت انسانی یا ہیئت عضو انسانی ملحوظ رکھی گئی۔ مثلاً انتخاب کردہ مچھلیوں میں سے ایک کا چہرہ انسانی چہرہ کی طرح تھا۔ دوسری کی کھال انسانی کھال کی مانند تھی۔ اور تیسری کے بال انسانی بالوں کے مشابہ تھے۔ وغیرہ وغیرہ سانپ کا انتخاب انسانی طاقت کے لئے ہوا۔ اور کچھوے کا انتخاب اس لئے تھا۔ کہ یہ کبھی گرتا نہیں۔ علاوہ ازیں تذکیر و تانیث کا بھی خیال رکھا گیا۔

یہ جاندار جو کسی طرح بھی سورج و چاند کی ملکیت نہ تھے۔ جب تخلیق انسانی کے لئے ان کی خدمات طلب کی گئیں۔ تو سب نے بلا استثناء نارضامندی کا اظہار کیا۔ اور بعض نے تو صاف انکار کر دیا۔ لیکن سورج و چاند کے بار بار اصرار کرنے پر وہ اسی شرط پر راضی ہوئے۔ کہ اس خدمت کے سرانجام دئیے جانے کے بعد ان کو آسمان میں عیش و آرام کی ابدی زندگی عطا کی جائیگی۔ اور انسان ان کی پرستش کیا کریں گے۔

اس عہد و پیمان کے مطابق مذکورہ جانداروں کا تعاون حاصل کرکے تخلیق کا اہم کام شروع کیا گیا۔ یکے بعد دیگرے تین دفعہ تخلیق کی گئی۔ ہر دفعہ انسانوں کی تعداد نوے کروڑ ننانوے ہزار نو سو ننانوے تھی۔ قد نصف انچ سے تین انچ تک تھے۔ مگر ہر دفعہ یہ تمام مخلوق ہلاک ہو جاتی رہی۔ جب تیسری دفعہ گروہ انسانی ہلاک ہوا۔ تو ان کی ارواح نے کیڑے مکوڑوں۔ پرندوں و چرندوں اور وحشی جانوروں کی جونیں ایک ایک کرکے اختیار کیں۔ لکھا ہے۔ کہ اس دیرینہ تجربہ کی بنا پر ہی انسان ہر جانور کی حرکات نقل کر سکتا ہے۔

اس کورس کے اختتام پر پھر ایک دفعہ آسمانی دیوتاؤں نے انسان پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس دفعہ جیسا کہ دیوتاؤں کی قومی امنگ اور خواہش تھی۔ انسان اپنی موزون شکل و صورت اور مناسب قد و قامت یعنی "پانچ فٹ" کے ظاہر ہوئے۔ اور اس قابل بھی تھے۔ کہ خود بخود بقاء نوع انسانی کو قائم رکھ سکیں۔ ان صورت حالات کو دیکھ کر دیوتاؤں کی خوشی بیان سے باہر ہے۔ لیکن تاہم ابھی ان کے سامنے ایک اہم فریضہ باقی تھا۔ یعنی انسانوں کی تعلیم و تربیت۔ اس کے لئے ان کو انسانوں کے ساتھ چھ ہزار برس زندگی گذارنا پڑی۔ اس عرصہ میں انہوں نے ان پیدا شدہ انسانوں کو خاطر خواہ تعلیم دی۔ اور طرز رہائش اور قسما قسم کے علوم و فنون سے واقف کرکے تخلیق انسانی کو مکمل کیا۔

ادھر انسان کامل ہوا۔ اور ادھر کیچڑ کا سمندر آہستہ آہستہ کیچڑ اور پانی میں الگ الگ ہو گیا۔ کیچڑ کی زمین اور پانی کے سمندر بن گئے۔ سورج اور چاند بمعہ آٹھوں جانداروں کے جنہوں نے ستاروں کا جنم لے لیا تھا۔ آسمان پر جا کر چمکنے لگے۔ اور اس طرح تمام سلسلہ کائنات معرض ظہور میں آگیا۔

یہ تمام تخلیقیں ملک جاپان میں واقع ہوئیں۔ یہی تین تخلیقیں جب انسان پیدا ہو کر فنا ہو جاتے تھے۔ اور ان کے قد نصف انچ سے تین انچ تک تھے۔ ان کی ہلاکت کے آثار آج تک باقی ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ جہاں جہاں آج مندر۔ معبد اور قبرستان دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ سب تخلیق قدیمہ کی یادگاریں ہیں۔ اور آخری تخلیق جس میں انسان کامل ہوا۔ اس کا فخر بھی اسی ملک کو حاصل ہے۔ خاصکر وہ مقام جہاں آج تینری کیو کا صدر مقام ہے۔ تخلیق کا پہلا مقام تھا۔

پیشگوئی۔ بانیہ کے کلام میں بعض پیشگوئیاں بھی ہیں۔ جن میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں۔ "اچھی طرح نوٹ کر لو۔ کہ اب جاپان غیر ممالک پر حاکم ہوگا۔ ان (ممالک) کو اب تک جاپان اور غیر ممالک کہا جاتا رہا۔ مگر اس کے بعد صرف جاپان ہی ہوگا۔" "جب جاپان اس مذہب کی بدولت مضبوط توانا ہوگا۔ تو باقی دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق تسکین دیگا۔"

سنہ ۱۹۳۰ء کی مردم شماری کے مطابق تینری کیو کے ماننے والوں کی تعداد بیالیس لاکھ انتیس ہزار ہے۔ یہ ایک تبلیغی گروہ ہے۔ ذریعہ پرچار مندر میں جلسوں کے موقع پر لوگوں کو جمع کرکے وعظ کرتے ہیں۔ اور آخر میں حاضرین کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اس کے مشن جاپان سے باہر بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً امریکہ مانچوکو۔ کوریا۔ فارموسا اور جنوبی جزائر۔ اس کے ماتحت السنہ غیر ملکیہ کا ایک کالج اور لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے دو الگ الگ ہائی سکول ہیں۔ ایک یتیم خانہ بھی جاری ہے۔ رفاہ عام کے کاموں میں جماعتی طور پر حصہ لیا جاتا ہے۔ سال میں دو دفعہ ۲۶ جنوری اور ۲۶ اکتوبر کو صدر مقام پر جلسہ ہوتا ہے۔ اس مذہب کی عام شہرت کوئی اتنی اچھی نہیں۔ فقط والسلام۔

(خاکسار حافظ عبد الغفور جالندھری)

اعلان برائے فروخت کاسکیٹ وغیرہ متعلقہ جوبلی فنڈ

جلسہ خلافت جوبلی کے موقعہ پر انجمنوں کی طرف سے جو ایڈریس پیش کئے گئے۔ ان میں سے دو تین ایڈریس نقرئی کاسکیٹوں میں تھے۔ اور دو عدد طشتریاں (ٹرے) نقرئی اور ایک انگوٹھی نقرئی جس پر "الیس اللّٰہ بکاف عبدہ" کھدا ہوا ہے۔ پیش ہوئی تھیں۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسی جلسہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ کہ انہیں فروخت کرکے جوبلی فنڈ میں جمع کر دیا جائے۔ چونکہ یہ چیزیں تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ بعض احباب کے دل میں یہ خواہش ہو۔ کہ اگر ہمیں مل جائیں۔ تو یادگار کے طور پر رکھ لیں۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا تمام احباب کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ جو صاحب ان چیزوں میں سے کوئی ایک خریدنا چاہیں۔ وہ دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں۔ اور جو رقم وہ اسی کے معاوضہ میں دینی چاہتے ہیں۔ اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ جس دوست کی رقم سب سے زیادہ ہوگی۔ وہی دوست اس کا حقدار متصور ہوگا۔ (ناظر بیت المال)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حقیقی موت یا سکتہ کا مرض

ایک اہم علمی مضمون

کیا کوئی متنفس مرنے کے بعد زندہ ہو سکتا ہے؟ یہ ایک سوال ہے۔ جسے میں تمام ذی فہم اور عقلمند انسانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے میرا مطلب مسئلہ اواگون یا تناسخ کے متعلق کسی قسم کی بحث چھیڑنا نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت استفسار کی صرف یہ ہے۔ کہ کیا کوئی شخص مرنے کے بعد ہمارے روبرو پھر زندہ ہو سکتا ہے؟ یقیناً یہی جواب ملے گا۔ کہ مرنے کے بعد کوئی متنفس زندہ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ بعض مردوں کو جب قبرستان یا مرگھٹ میں پہنچایا گیا۔ تو وہ کس طرح زندہ ہو گئے۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا۔ کہ وہ مرے ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان پر ایک ایسی حالت طاری تھی۔ جو موت کے بالکل مشابہ ہے۔ لوگوں نے انہیں مردہ سمجھ کر نہلایا کفنایا۔ اور دبانے یا جلانے کے لئے قبرستان یا مرگھٹ میں لے گئے۔ مرنے کے بعد عزیز و اقربا کے رونے چلانے کا شور و غل پانی کے چھینٹوں کی بجائے تمام بدن کا پانی سے شرابور کرنا۔ چارپائی وغیرہ پر اٹھا کر لے جانا تو انہیں اس حالت سے بیدار نہ کر سکے۔ مگر کچھ وقفہ کے بعد یہ خود بخود بیدار ہو گئے۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مرض کا دورہ جس قدر خفیف یا شدید ہوتا ہے۔ اسی قدر عرصہ تک ایسا مریض مردے کی طرح پڑا رہتا ہے

میرا ذاتی نظریہ

میں نے بحیثیت ایک طبیب کے جب اس مرکز زندہ ہونے پر غور کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ تمام زندہ ہونے والے انسان درحقیقت مرض سکتہ یا ٹرانس کے شکار تھے۔ یا ممکن ہے۔ ان میں سے کسی ایک نے حبس دم کیا ہو۔

سکتہ ایک ایسا مرض ہے۔ جس میں انسان کی حس و حرکت یکدم باطل ہو جاتی ہے۔ اور وہ بالکل مردے کے مشابہ نظر آتا ہے۔ اگرچہ ہزاروں سال سے طب یونانی کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں اس کا ذکر چلا آتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ دور موجودہ میں اس کی جانب سے بے اعتنائی اختیار کی جا رہی ہے۔

مردے اور زندے کی شناخت

ہمیں بتلایا گیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص بلا اسباب ظاہری اچانک مر جائے۔ تو سب سے پہلے اس کی پتلیوں کو دیکھو۔ اگر ان میں عکس نظر آئے۔ تو زندہ ہے۔ ورنہ مردہ۔ اور اگر اس عکس میں بھی شبہ ہو۔ تو ایک نہایت باریک پیندے کے کٹوردان میں پانی یا پارہ ڈال کر اس کے قلب پر رکھئے۔ اگر پانی یا پارہ میں حرکت نظر آئے۔ تو زندہ ہے۔ یا ایک ایسے کمرہ میں جہاں ہوا کی آمد و رفت کم ہو۔ مردے کے نتھنے کے آگے دھنی ہوئی روئی رکھو۔ اگر اس میں حرکت ظاہر ہو۔ تو زندہ ہے۔ یا اس کے منہ کے آگے صاف و شفاف آئینہ پانچ سات منٹ کے لئے رکھو۔ اگر آئینہ پر دھبہ معلوم ہو۔ تو یہ بھی زندگی کی علامت ہے۔ مذکورہ بالا طریقوں سے بھی اگر ایسا شخص مردہ ثابت ہو۔ تو بتلایا ہے۔ کہ اس کی مقعد میں انگلی ڈال کر دیکھو۔ جہاں ایک ایسی شریان ہے۔ جو زندگی کے آخری لمحہ تک تڑپتی رہتی ہے۔ اگر اس کی تڑپ محسوس ہو۔ تو یہ مردہ نہیں زندہ ہے۔ طب کے نہایت مشہور عالم حکیم جالینوس Galenos نے اس معاملہ میں یہاں تک رائے دی ہے۔ کہ ایسے شخص کو ۷۲ گھنٹے تک مردہ خیال نہ کریں۔ اور اس اثناء میں اس کے دفنانے یا جلانے کا انتظام نہ کریں۔ اگر یہ تمام گھنٹے یعنی تین شب و روز گذر جائیں۔ تو پھر اس کی زندگی کی توقع نہیں ہے۔ البتہ اگر اس دوران میں مریض کا جسم نیلگوں ہونے لگے۔ یا اس میں تعفن کے آثار ظاہر ہوں۔ تو اسے زندہ نہیں بلکہ مردہ خیال کیا جائے گا۔ اس وقت اس کے جلانے یا دفنانے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔

سکتہ کو انگریزی طب میں ایپوپلیکسی Apoplexy کہتے ہیں۔ یہ یونانی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں مار کر گرا دینا۔ چونکہ سکتہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی پوشیدہ اور مخفی طاقت نے انسان کو مار کر گرا دیا ہے۔ اس لئے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔

انگریزی طب میں ایک مرض Trance بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں روح کا تن سے جدا ہونا۔ اسے بہت گہری نیند بیان کیا گیا ہے۔ جس سے بیمار کا بیدار کرنا مشکل ہی نہیں۔ بلکہ محال ہے۔ اس میں حرکات نبض و تنفس اس قدر کمزور ہوتی ہیں۔ کہ مریض مثل مُردے کے معلوم ہوتا ہے۔

میرے ذاتی مشاہدات

ایک دفعہ میرے پاس ایک نہایت متقی اور متدین درویش بغرض علاج تشریف لائے۔ انہیں حبس دم میں اس قدر کمال حاصل تھا۔ کہ آناً فاناً ان کی نبض ساکت ہو جاتی تھی۔ کوئی شخص نبض یا سٹیتھکوپ (آلہ سماع الصدر) سے ان کے زندہ ہونے کا یقین نہ کر سکتا تھا۔ چند سال کا ذکر ہے۔ آریہ سماج پٹیالہ میں ایک ایسے با کمال سادھو آئے تھے۔ جنہیں اس فن کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے ہزاروں انسانوں کے روبرو اپنے اس کمال کا مظاہرہ کیا ایک نہیں بلکہ دسیوں ڈاکٹروں نے اپنے اپنے سٹیتھکوپ ان کے قلب پر لگائے۔ مگر کوئی ایک بھی اس سادھو مہاتما کے قلب کی حرکت محسوس نہ کر سکا۔ مگر وقت معینہ کے بعد یہ سادھو مہاتما ہمارے روبرو زندہ نظر آنے لگے۔

اس مختصر تشریح کے بعد یہ عقدہ بالکل صاف اور روشن ہو جاتا ہے۔ کہ جو لوگ مرنے کے بعد زندہ ہو جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت مردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ ٹرانس یا سکتہ کے مریض ہوتے ہیں۔ یا اغلب ہے۔ کہ ان میں سے کسی ایک نے حبس دم کر لیا ہو۔ ہم نے انہیں مردہ سمجھ کر نہلایا کفنایا اور دبانے یا جلانے کے لئے لے چلے۔ ان میں چند ایک ایسے خوش قسمت اصحاب بھی تھے۔ جن کے مرض کا دورہ یا حبس کا وقفہ ہمارے دفنانے یا جلانے سے پیشتر ختم ہونے کی وجہ سے زندہ ہو گئے۔ اب یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ جن اشخاص کا یہ دورہ یا وقفہ ہمارے جلانے یا دفنانے کے بعد ختم ہوتا تھا۔ وہ ہماری غفلت یا لاپرواہی کی وجہ سے زندہ دفنا یا جلا دئے گئے۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا حقیقت پر مبنی ہے۔ کہ دنیا میں ہر روز **ہزاروں انسان زندہ دفنا یا جلا دئے جاتے ہیں**

میرے اس مضمون کو لکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ آج کل اس مرض کا عام دورہ ہے۔ جہاں سنو اور جدھر دیکھو کہ فلاں شخص اچھے خاصے تندرست تھے۔ کہ یکایک مر گئے۔ کہ فلاں صاحب کونسل میں بحث کرتے ہوئے مر گئے۔ فلاں صاحب عدالت کرتے ہوئے چل بسے۔ فلاں صاحب گاڑی میں جا رہے تھے۔ کہ حرکت قلب بند ہو گئی۔ فلاں صاحب کھانا کھا رہے تھے کہ لقمہ ہی منہ میں رہ گیا۔ فلاں صاحب اس عمدہ حالت میں مر گئے۔ فلاں صاحب اس بہترین صحت میں پنجۂ اجل کا شکار ہو گئے۔ آج فلاں صاحب چل بسے۔ اور کل فلاں صاحب۔ روزانہ مشاہدات سے اس امر کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ ایسے مرنے والوں میں سے کسی ایک کا بھی طبی طریق پر معائنہ کرانے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی۔ اب خود فرمایئے کہ مُردے اور زندے کی علامات فارقہ جو میں نے بیان کی ہیں۔ کیا کبھی ایسے مرنے والوں پر دیکھنے کی کوشش کی گئی؟ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ فی الواقع اس بات کا خیال کئے بغیر کہ مرنے والا سکتہ یا ٹرانس کا بیمار تو نہیں تھا۔ یا اس نے حبس دم تو نہیں کیا تھا۔ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ آپ سوچئے۔ کہ جب آنکھوں کی پتلی روئی پارہ اور پانی کی حرکت اس معاملہ میں صحیح فیصلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ تو نبض یا سٹیتھکوپ سے کس طرح اس غیر محسوس حرکت کا پتہ چل سکتا ہے۔ اور اس امر کی بھی کیا ذمہ داری کی جا سکتی ہے۔ کہ سٹیتھکوپ استعمال کرنے والے کی قوت ادراک کمزور نہ ہو۔ ہم یہ جانتے ہوئے بھی کہ نبض اور سٹیتھکوپ سے ان حالات کا صحیح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے مرنے والے کو بلا کسی مزید تحقیقات کے فوراً دفنا یا جلا ڈالتے ہیں۔ مجھے تو اس معاملہ میں جلدی کرنے کا صرف ایک ہی سبب معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ مرنے والا سامنے ہو گا۔ نہ اس غلط اور لغو فیصلے کی تردید ہو سکے گی۔

ہارٹ فیل کیا ہے

آج کل ہارٹ فیل کا ذکر تو عام سننے میں آتا ہے۔ مگر طبی یا ڈاکٹری کتابوں میں اس نام کی کوئی بیماری نہیں پائی جاتی۔ کوئی شخص خواہ کسی مرض کا بیمار ہو۔ اور خواہ اسے کوئی حادثہ پیش آئے۔ مرنے سے پہلے اس کا ہارٹ فیل ہی ہو گا۔ یعنی جب قلب کی حرکت بند ہو گی۔ تب ہی تو اسے مردہ کہا جائے گا۔ کیا آپ کوئی ایسی مثال بھی دے سکتے ہیں۔ کہ کوئی شخص مر تو گیا ہو۔ مگر اس کے قلب کی حرکت بند نہ ہوئی ہو۔ تو پھر یہ ہارٹ فیل کا شور و غل کیا معنی رکھتا ہے۔ البتہ اگر ہارٹ فیل ہونے کے لئے یہ شرط قرار دی جائے۔ کہ جو لوگ اچھے بھلے کام کرتے ہوئے یا آرام فرماتے ہوئے یکدم راہئ ملکِ بقا ہو جائیں۔ تو صرف ان کے متعلق ہی ہارٹ فیل کا جملہ استعمال کیا جائے۔ تو بے شک صحیح و درست ہے۔ آپ اسے ہارٹ فیل کہتے ہیں۔ میں اسے مرض سکتہ یا ٹرانس یا حبس دم سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے۔ کہ اس پر مر جانے کا فتویٰ لگانے سے پیشتر مذکورہ بالا تشخیصی امور کے ذریعہ اس کی زندگی و موت کا قطعی فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ آپ ہارٹ فیل کا جس حالت پر اطلاق کرتے ہیں وہی حالت مذکورہ بالا امراض سکتہ یا ٹرانس یا خود پیدا کردہ حبس دم کی ہوتی ہے۔ (ماخوذ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہفتہ بھر کی چیدہ خبریں

واردھا۔ ۲۱ جون کانگرس ورکنگ کمیٹی نے اعلان کیا ہے۔ کہ آئندہ کانگرس کو جن سرگرمیوں اور پروگرام پر عمل کرنا ہے۔ گاندھی جی کو اسکی ذمہ واری سے بری سمجھا جائے۔ کانگرس ہندوستان کی آزادی کی لڑائی میں عدم تشدد پر کاربند رہے گی۔ مگر وہ ہر بات میں گاندھی جی کی ہاں میں ہاں نہیں ملا سکتی۔ بیرونی حملہ یا اندرونی بدامنی کی صورت میں وہ جس پروگرام پر عمل کریگی۔ گاندھی جی پر اسکی کوئی ذمہ واری نہ ہوگی۔

استنبول۔ ۲۱ جون۔ ترکی اپنے بچاؤ کے لئے نئی تدابیر کام میں لا رہا ہے۔ چنانچہ بہت سے نوجوانوں کو فوج میں بلا لیا گیا ہے۔ اسلحہ بھی سرعت سے تیار کیا جا رہا ہے۔

لنڈن۔ ۲۱ جون۔ انگریزی فوجیں لیبیا کی سرحد پر اٹلی کے بہت بڑے علاقہ پر چھا گئی ہیں۔ اور انگریزوں کی فوجوں کی بہادری کے کارنامے لوگوں میں مشہور ہوتے جا رہے ہیں۔ چار انگریزی فولادی کاروں نے دشمن پر زبردست حملے کئے۔ جن کے نتیجہ میں بعض اطالوی افسر گرفتار کر لئے گئے۔ جن میں سے ایک جرنیل بھی ہے۔

لنڈن ۲۱ جون۔ منگل اور بدھ کو جرمنی نے برطانیہ پر جو ہوائی حملے کئے تھے۔ اس کے نتیجہ میں ۱۷ جرمن ہواباز قیدی بنا لئے گئے ہیں۔ اس حملہ میں بہت سے جرمن ہوائی جہاز نیچے گرا لئے گئے ہیں۔ اور گو حملہ میں ایک سو جہازوں نے حصہ لیا تھا۔ مگر وہ کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا سکے

لنڈن۔ ۲۲ جون۔ روم کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ اٹلی سے علیحدہ طور پر صلح کی بات چیت ہوگی۔ مارشل پٹیان نے اٹلی کے ساتھ گفت و شنید کرنے کے لئے اپنے نمائندے مقرر کر دیئے ہیں۔

لنڈن ۲۲ جون۔ ہانگ کانگ کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ جاپانی افواج ہانگ کانگ کی سرحد کے شمال میں نمانتن میں اتر رہی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ جاپان کی کچھ فوجیں ایک اور سرحدی شہر میں پہنچ گئی ہیں۔ برطانوی فوجی حکام کا بیان ہے۔ کہ جاپان نے ہانگ کانگ کے شمال میں کچھ حصوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ تاکہ اس علاقہ کو گوریلا دستوں سے پاک کر دیا جائے۔ جاپانی سفیر مقیم ہانگ کانگ نے آج گورنر ہانگ کانگ سے ملاقات کی۔ اور یقین دلایا۔ کہ حکومت جاپان ہانگ کانگ کی موجودہ پوزیشن کو برقرار رکھنے میں برطانیہ کو پوری مدد دے گی۔ اور اس سے اپنے تعلقات خوشگوار رکھے گی۔

لنڈن۔ ۲۳ جون۔ کل مسٹر چرچل وزیر اعظم نے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ چاہے کچھ ہو۔ برطانیہ سمندر، خشکی اور ہوا میں اس وقت تک لڑائی جاری رکھے گا۔ جب تک دشمن کو شکست نہیں ہو جاتی۔ آپ نے ان فرانسیسیوں سے جو دشمن کے چنگل سے آزاد ہیں۔ اپیل کی ہے۔ کہ وہ اس موقعہ پر برطانیہ کا ساتھ دیں۔

لنڈن ۲۳ جون۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ فرانس اور جرمنی کے درمیان صلح نامہ پر دستخط ہو گئے ہیں۔ اس کے رو سے رود بار انگلستان اور بحر اوقیانوس کے ساحلی علاقہ نیز شمالی فرانس پر جنگ کے اختتام تک جرمنی کا قبضہ رہے گا۔ فرانس کے مجموعی رقبہ کا ایک تہائی ضرور فرانسیسیوں کے قبضہ میں رہے گا۔ اسی طرح پیرس بھی۔ فرانسیسی بحری بیڑے کے تمام جہاز غیر مسلح کر دیئے جائیں گے۔ اور جرمنی ان سے فرانسیسی ساحل کی حفاظت کا کام لے سکے گا۔ تمام جہازوں کو بلا لیا گیا ہے۔ مکمل صلح نامہ اختتام جنگ پر ہوگا۔

لنڈن ۲۴ جون روم میں فرانسیسی نمائندے اطالوی حکومت سے صلح کی گفت و شنید کر رہے ہیں۔ آج صبح فرانسیسی وزراء کا ایک اجلاس اطالوی شرائط پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ امید ہے۔ کہ آج آخری فیصلہ ہو جائے گا۔ فرانس میں جنگ ابھی جاری ہے۔ بورڈو کی حکومت کے صلح کے فیصلہ پر دنیا بھر کے فرانسیسیوں نے اظہار ناراضگی کیا ہے۔ امریکہ کے اخبار اس پر سخت نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ نیویارک ٹائمز نے لکھا ہے۔ کہ فرانسیسیوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان سے کیسی سخت شرائط منوائی گئی ہیں۔ ہیرلڈ ٹربیون نے لکھا ہے کہ فرانس کی حکومت نے باعزت صلح کا عزم ظاہر کیا تھا۔ مگر اب جو صلح ہوئی ہے۔ وہ فرانس کے لئے باعث عزت نہیں۔

لنڈن ۲۴ جون۔ گورنمنٹ فرانس کے معاہدہ صلح پر دستخط کر دینے کے بعد جنرل ڈیگال نے جو موسیو رینا کی وزارت میں اعلیٰ فوجی افسر تھے۔ لنڈن میں ایک نیشنل فرانسیسی کمیٹی بنائی ہے۔ یہ کمیٹی فرانس اور وہاں کے باشندوں کے مفاد کی نمائندگی کرے گی۔ اور اس کا یہ کام ہوگا۔ کہ وہ فرانس کی آزادی کو برقرار رکھنے کی کوشش کرے۔ اور موجودہ جنگ میں اتحادیوں کو اس وقت تک مدد دے۔ جب تک کہ وہ دشمن پر غلبہ نہ پالیں۔ برطانیہ میں رہنے والے تمام فرانسیسی اس کے ماتحت ہوں گے۔ اسی طرح وہ فرانسیسی بھی جو فرانس کی آزادی کے متمنی ہیں۔ اس کے ساتھ ملحق ہوں گے۔

آج جنرل ڈیگال نے ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا۔ فرانس کے ہتھیار ڈال دینے کی وجہ سے فرانس کی حکومت کا اب بالکل خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور فرانس کی سرزمین پر اب کوئی آزاد گورنمنٹ قائم نہیں رہی۔ بورڈو گورنمنٹ کلیۃً اٹلی اور جرمنی کے ماتحت ہے۔ لیکن ہم ہارے نہیں۔ اور نہ ملک کے باشندوں نے اپنا دم توڑا ہے۔ اسی لئے فرنسیسی نیشنل کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جو جنگ میں برطانیہ کی پوری طرح مدد کرے گی۔ اس کے بعد برطانوی گورنمنٹ کی طرف سے ایک تقریر براڈکاسٹ کی گئی۔ جس میں کہا گیا۔ کہ بورڈو گورنمنٹ نے معاہدہ صلح پر دستخط کر کے اس سمجھوتہ کو توڑ ڈالا ہے۔ جو برطانیہ اور فرانس کے درمیان تھا۔ سو حکومت برطانیہ اب بورڈو گورنمنٹ کو آزاد ملکی حکومت تسلیم نہیں کرے گی۔ بلکہ وہ فرانسیسی نیشنل کمیٹی کو مانےگی۔ اور لڑائی کے متعلق اسی سے بات چیت کرے گی۔

لنڈن۔ ۲۴ جون۔ یہاں کے اخبارات کے صفحات کم کئے جا رہے ہیں۔ اب ہر روزانہ اخبار چھ سے زیادہ صفحات پر شائع نہیں ہو سکے گا۔ اور ہفتہ وار اخبارات کے صفحات ساٹھ سے زیادہ نہیں ہوا کریں گے۔

لنڈن۔ ۲۵ جون۔ فرانس سے باہر رہنے والے فرانسیسیوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش جاری ہے تاکہ وہ جرمنی اور اٹلی کے خلاف لڑائی جاری رکھ سکیں۔ کل رات جنرل ڈیگال نے ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس وقت کی خبروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تمام فرانسیسی نوآبادیات لڑائی جاری رکھیں گی۔ دنیا کے کونے کونے سے بورڈو گورنمنٹ اور لنڈن کی فرنچ نیشنل کمیٹی کو تار پہنچے ہیں۔ کہ لڑائی جاری رکھی جائے۔ برطانیہ اور دوسرے ممالک میں رہنے والے فرانسیسیوں نے جنرل ڈیگال کا ساتھ دینے کا پختہ وعدہ کیا ہے۔ آسٹریلیا کے رہنے والے فرانسیسیوں نے بھی اپیل کی ہے۔ کہ فرانس کا جھنڈا نیچے نہ ہونے دیا جائے۔

لنڈن۔ ۲۵ جون۔ گذشتہ ہفتہ جرمنی کے ۸ لاکھ ۷۴ ہزار ٹن اور اٹلی کے دو لاکھ ۴۲ ہزار ٹن کے تجارتی جہازوں کا نقصان ہوا۔ اس کے مقابلہ میں برطانیہ کو صرف پچاس ہزار ٹن تجارتی جہازوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

لنڈن ۲۵ جون۔ کل ساڑھے ۵ بجے شام اٹلی کی طرف سے صلح کی شرائط فرانسیسی نمائندوں کو پیش کر دی گئیں۔ فرانسیسی نمائندگان نے ٹیلیفون پر بورڈو سے بات چیت کی۔ آخر فرانسیسی گورنمنٹ نے ہدایت بھجوا دی۔ کہ صلح نامہ پر دستخط کر دیئے جائیں۔ چنانچہ شرائط کے مطابق اٹلی اور فرانس میں صلح ہو گئی۔

لنڈن ۲۵ جون۔ امریکی خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ آج رومانیہ اور روس کی فوجوں میں سرحد پر کچھ جھڑپیں ہوئیں۔

لنڈن ۲۵ جون۔ رائل ایئر فورس کے طیاروں نے کل پھر جرمنی کے بہت سے علاقہ پر بمباری کی اور رات بھر حملے کرتے رہے۔

شملہ۔ ۲۵ جون۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے حکم جاری کیا ہے۔ کہ آئندہ جو آدمی اپنی ضرورت سے زیادہ سکہ اکٹھا کرے گا۔ اس کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ اور اسے پانچ سال قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔

اس حکم کے جاری کئے جانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ بہت سے لوگوں نے بلا ضرورت چاندی کے روپے اکٹھے کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ گورنمنٹ نے یہ بھی اعلان کیا ہے۔ کہ سرکاری خزانوں میں روپیہ کا سکہ کافی موجود ہے۔

شملہ۔ ۲۵ جون۔ ہندوستان میں بیس ہزار ایسی چیزیں تیار ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ جو لڑائی کے دوران میں کام آتی ہیں۔

مفت اگر آپ کے پیارے بچے کو گھنڈی پڑ گئی ہو۔ ہرے پیلے دست آتے ہوں۔ بچہ دودھ الٹ دیتا ہو۔ تالو نرم پڑ گیا ہو۔ کان پتلے پڑ گئے ہوں۔ گردن سوکھ گئی ہو۔ بچہ نہایت کمزور اور نڈھال ہو گیا ہو۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کی کوششیں لاحاصل رہی ہوں۔ تو انڈین پوڈر کی صرف دو تین خوراکیں بچہ کو دے کر خدا کی قدرت کا ملاحظہ کریں۔ قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر مفت

ریسٹورین۔ طاقت اور امساک پیدا کرنے کی حیرت انگیز دوا ہے۔ قیمت دو روپیہ۔ **پتہ ریسٹورین لیباریٹری قادیان (پنجاب)**

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جماعت کے ہر دوست سے اہم استفسار

(۱) خلافت جوبلی کی تقریب تاریخ اسلامی میں اپنی نوعیت کی پہلی اور نادر تقریب ہے۔ اس تقریب کا موقعہ پانا جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہے۔ جماعتی اور انفرادی لحاظ سے احباب جماعت کی خوش قسمتی کا نہایت ہی مسرت افزا پہلو ہے۔

(۲) خلافت جوبلی فنڈ کی تقریب میں حصہ لینا ہر احمدیؐ پر بطور شکر نعمت واجب ہے۔

(۳) کیا آپ خلافت جوبلی فنڈ میں حصہ لے چکے ہیں؟ اگر ابھی تک حصہ نہیں لیا۔ تو فوراً وعدہ کر کے وعدہ کی رقم جلد تر مرکز میں بھجوا دیں۔ حصول ثواب اور شکر نعمت کے فریضہ کی ادائیگی کا یہ ایک نادر موقعہ ہے۔ جس سے کسی شخص کا خدانخواستہ محروم رہ جانا بعد میں اس کے لئے سخت افسوس اور پشیمانی کا موجب ہوگا۔

(۴) اگر آپ وعدہ کر کے اسے پورا کر چکے ہیں۔ تو اپنی خداداد قوتوں کو استعمال میں لا کر دوسرے دوستوں کو تحریک میں حصہ لینے کی کامیاب تلقین کر کے مزید ثواب حاصل فرمائیں۔

(۵) ہر دوست کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ بغیر ایک ماہ کی سالم آمد دینے کے مطلوبہ رقم پوری نہیں ہو سکتی۔ (ناظر بیت المال قادیان)

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

اکسیر اٹھرا

ادویہ گو اپنی ذات میں کچھ نہ کچھ اثر ضرور رکھتی ہیں۔ لیکن وہی ادویہ خدارسیدہ اصحاب کے روحانی اثر سے تو وہ کیمیا بن جاتی ہیں۔ ایسے باخدا انسانوں کے ہاتھوں خاک بھی کیمیا کا حکم رکھتی ہے۔ انہی لوگوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ ع آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہی طبیب ریاست جموں و کشمیر نہایت باکمال ہستیوں میں سے تھے۔ اگر آپ طبابت جسمانی میں یکتا تھے۔ تو روحانی طبیب ہونے کے اعتبار سے بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ اٹھرا کی بیماری کا نسخہ آپ نے خاص الٰہی تصرف کے ماتحت رقم فرمایا۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے۔ کہ اس کا استعمال ہر رنگ میں اور ہر طبیعت پر مفید ثابت ہو رہا ہے۔ ہم نے حضور کا یہ نسخہ "اکسیر اٹھرا" کے نام سے تیار کیا ہے۔ جن مستورات کو اولاد نہ ہوتی ہو۔ یا اسقاط کی مرض میں مبتلا ہوں۔ یا جن کے بچے بچپن میں آغوش مادر سے جدا ہو جاتے ہوں۔ ان کے لئے "اکسیر اٹھرا" لاثانی دوا ہے۔ یہ گولیاں نہایت محنت کے ساتھ اور عمدہ اور خالص اجزاء سے تیار کی جاتی ہیں۔ ان میں ایرانی زعفران درجہ اول اور تبتی کستوری درجہ اول ڈالی جاتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے زیادہ اعلیٰ اور عمدہ اجزاء سے تیار شدہ گولیاں اتنی ارزاں قیمت پر ہرگز نہیں ملیں گی۔ دنیا میں اولاد بہت بڑی نعمت ہے۔ پس جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں۔ انہیں اس دوائی سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ قیمت نہایت ارزاں یعنی ایک روپیہ فی تولہ۔ مکمل خوراک گیارہ تولہ قیمت دس روپیہ۔ فہرست ادویہ مفت طلب کریں۔

پروپرائٹر طبیہ عجائب گھر قادیان

نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے۔ کہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے پرائیویٹ سکرٹری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بھائی ملک رحمت اللہ صاحب مولوی فاضل کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد آج بعمر ۲۲ سال وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عصر کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ اور مرحوم کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ احباب بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔

جنازہ پڑھانے کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ مقبرہ بہشتی میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے مزارات پر دعا کی۔ پھر صاحبزادی امۃ الودود کی قبر پر آ کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد سیدہ امۃ الحی صاحبہ اور سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کی قبروں پر دعا کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول نور الدین اعظم رضؓ کے مجرب نسخہ جات آپ کے شاگرد کی دکان سے

حب اٹھرا (رجسٹرڈ)

اسقاط حمل کا مجرب علاج ہے

جن کے حمل گر جاتے ہیں۔ یا مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہو کر فوت ہو جاتے ہیں۔ اکثر ان بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ سبز نیلے دست۔ قے پیچش۔ درد پسلی یا نمونیہ ام الصبیان پر چھاواں یا سوکھا۔ بدن پر پھوڑے پھنسی۔ چھالے۔ خون کے دھبے پڑنا۔ دیکھنے میں بچہ موٹا تازہ خوبصورت معلوم ہونا۔ بیماری کے معمولی صدمہ سے جان دے دینا۔ اکثر لڑکیاں پیدا ہونا لڑکیوں کا زندہ رہنا۔ لڑکے فوت ہو جانا۔ اس مرض کو طبیب اٹھرا اور اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس موذی بیماری نے کروڑوں خاندان بے چراغ کر دیئے ہیں۔ جو ہمیشہ ننھے بچوں کے منہ دیکھنے کو ترستے رہے۔ اور اپنی قیمتی جائیدادیں غیروں کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لئے بے اولادی کا داغ لے گئے۔ حکیم نظام جان اینڈ سنز شاگرد حضرت قبلہ مولوی نور الدین صاحب رضؓ طبیب سرکار جموں و کشمیر نے آپ کے ارشاد سے ۱۹۱۰ء میں دواخانہ ہذا قائم کیا۔ اور اٹھرا کا مجرب علاج حب اٹھرا رجسٹرڈ کا اشتہار دیا۔ تاکہ خلق خدا فائدہ حاصل کرے۔ اس کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت۔ تندرست اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ اٹھرا کے مریضوں کو حب اٹھرا رجسٹرڈ کے استعمال میں دیر کرنا گناہ ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ مکمل خوراک گیارہ تولہ یکدم منگوانے پر گیارہ روپے علاوہ محصولڈاک۔

حب مفید النساء

یہ گولیاں عورتوں کی مشکلکشا ہیں۔ ان کے استعمال سے ایام ماہواری کی بے قاعدگی۔ کم آنا۔ زیادہ آنا۔ نلوں کا درد۔ کوہلوں کا درد۔ متلی۔ قے۔ چہرہ کی بے رونقی۔ چہرہ کی چھائیاں۔ ہاتھ پاؤں کی جلن۔ اولاد کا نہ ہونا وغیرہ سب امراض دور ہو جاتے ہیں۔ اور بفضل خدا اولاد کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک (عگ)

سرمہ نور العین

حضرت مولانا قبلہ امام شاہی طبیب حضرت نور الدین رضؓ اعظم کا امراض ذیل کا مجرب علاج ہے۔ دھند۔ جالا ککرے۔ آشوب چشم۔ خارش ناخنہ۔ ابتدائی موتیابند ضعف بصر دکھتی آنکھ کے لئے بے نظیر ہے۔ لیس دار پانی کا خاتمہ کرتا ہے۔ پلکوں کی موٹائی کو درست کرتا ہے۔ اور آنکھوں کی گلی سڑی پلکوں کو اصلی حالت پر لاتا ہے۔ گرے ہوئے بالوں کو از سر نو پیدا کر کے خوبصورت و سرسبز بناتا ہے۔ حضور آخری عمر تک اس کو خود بھی استعمال فرماتے۔ اور اس کے فوائد کی تعریف فرماتے تھے۔ یہ سرمہ آنے والی بیماریوں کو روکتا اور نظر کو تیز کرتا ہے۔ قیمت فی تولہ عگ

سرمہ زنگاری

یہی وہ پہلا سرمہ ہے۔ جس کو حضور استاذی امام طبیب شاہی حضرت مولوی نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیار کیا۔ اور طب کا آغاز بھی اسی سے کیا۔ آپ رضؓ فرماتے تھے۔ کہ میں نے اس سرمہ کو تیار کر کے مسجد کے نمازی لوگوں کی آنکھوں میں ڈالا۔ نہایت ہی مفید و بابرکت ثابت ہوا۔ اور یہی سرمہ ہماری طب کا اشتہار بنا۔ یہ ایسا اکسیر ہے۔ کہ اس کا استعمال ان بیماریوں کا شرطیہ علاج ہے۔ ککرے۔ دھند۔ جالا۔ پھولا۔ ناخنہ۔ سلاق یعنی آنکھوں سے پانی بہنا۔ پلکوں کا گل جانا۔ پلکیں موٹی سرخ ہو جانا۔ بالوں کا پلکوں سے گر جانا گوہانجنی وغیرہ امراض کے لئے از حد مفید ہو چکا ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ عگ

المشتہر

حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفہ اول رضؓ دواخانہ معین الصحت قادیان

(مطبوعہ ... قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ ... فاروق قادیان سے ...)